چند
مصنفینِ درسیات
کے مختصر حالات

از

عتیق الرحمٰن اعظمی
آزادول جنوبی افریقہ

فہرست مضامین

۱ حیاۃ الصحابہ ۶
۲ اعلاء السنن اور اس کے مصنف ۱۶
۳ الترغیب والترھیب (المنذری) ۲۶
۴ امام نووی (ریاض الصالحین) ۳۰
۵ زاد الطالبین ۳۳
۶ جمال القرآن ۳۴
۷ حافظ ابن حجر (شرح نخبہ) ۳۵
۸ قدوری ۴۹
۹ الوقایہ و شرح الوقایہ ۵۳
۱۰ علم الفرائض وسراجی ۵۵
۱۱ اصول البزدوی (کنز الوصول الی معرفة الأصول) ۷۹
۱۲ اصول الشاشی ۷۱
۱۳ کنز الدقائق ومنار الانوار ۷۳
۱۴ نور الانوار ۷۵
۱۵ افاضة الأنوار شرح المنار (حصکفی) ۸۰
۱۶ نسمات الأسحار (شامی) ۸۰

۱۷ العقائد النسفية ۸۱

۱۸ تفتازانی (شرح عقائد) ۸۴

۱۹ کتاب الایمان ۹۰

۲۰ علم الصیغہ ۹۱

۲۱ ہدایۃ النحو کا مصنف کون؟ ۹۷

۲۲ سیرت خاتم الأنبیاء ﷺ ۱۰۰

۲۳ کافیہ ۱۰۱

۲۴ مائۃ عامل ۱۰۲

۲۵ شرح مائۃ عامل ۱۰۳

۲۶ کتاب النحو وکتاب الصرف ۱۰۴

۲۷ مراح الارواح ۱۰۴

۲۸ شذور الذہب ۱۰۵

۲۹ علم الصرف وعلم النحو ۱۰۶

۳۰ قصص النبیین والقراءۃ الراشدہ ۱۰۷

۳۱ قصیدہ بردہ ۱۰۸

۳۲ مفید الطالبین ۱۱۳

۳۳ کلیلہ ودمنہ ۱۱۴

۳۴ نفحۃ العرب (مولانا اعزاز علی) ۱۱۵

۳۵ مرقاۃ (منطق) ۱۱۷

۳۶ تیسیر المنطق ۱۱۹

۳۷ القراءۃ الواضحۃ ۱۲۱

۳۸ دروس البلاغۃ کے مصنفین ۱۲۲

۳۹ البلاغۃ الواضحۃ، النحو الواضح کے مصنفین ۱۲۴

۴۰ سفینۃ البلغاء ۱۲۴

الحمد للّٰہ الذی خلق الانسان وعلّمہ ما لم یعلم

وصلی اللّٰہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وسلم

أما بعد !

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مختلف کتابیں اور مضامین کی تدریس کی توفیق ملی ، دوران تدریس عموماً مصنفین کے احوال بھی بیان کرنے کا دستور رہتا ہے، چنانچہ بندہ نے بھی اکثر مصنفین کے حالات طلبہ کرام کے سامنے بیان کرنے کا اہتمام کیا، لیکن مدت گزر جانے کے بعد وہ تحریر ادھر ادھر ہو جاتی اور اپنی ہی ضرورت کیلئے یا دوسروں کی درخواست پر اس کو تلاش کرنے میں دقت پیش آتی تو دل میں خیال پیدا ہوا اور کچھ احباب کی بھی رائے ہوئی کہ ان سب تحریروں کو یکجا کردیا جائے، ان میں چند کتابیں تو غیر درسی ہیں جو کبھی خارج میں پڑھائی تھیں یا ان کا کچھ حصہ پڑھایا تھا وہ بھی شامل کرلیا ہے تا کہ بوقت ضرورت خود مجھے بھی دشواری پیش نہ آئے اور ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ دوسروں بھی اس سے فائدہ پہنچے گا. **وما ذلک علی اللّٰہ بعزیز**

اللہ تعالیٰ اس تحریر کو قبول فرمائے ، خلوص وللّٰہیت نصیب فرمائے ، میرے لئے میرے والدین اور اساتذہ اور پوری امت مرحومہ کیلئے صدقۂ جاریہ بنائے .آمین

بندہ عتیق الرحمٰن اعظمی آزادول ساؤتھ افریقہ

۲۳/شعبان ۱۴۴۵ھ ۵/مارچ ۲۰۲۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیاۃ الصحابہ اور اس کے مصنفؒ

خاندان وولادت : مولانا محمد یوسف بن مولانا محمد الیاس بن مولانا محمد اسماعیل ..... الخ سلسلہ نسب صدیق اکبرؓ سے ملتا ہے، کاندھلہ ضلع مظفرنگر میں ۲۵/جمادی الاولی ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۰/مارچ ۱۹۱۷ء کو بدھ کے دن پیدا ہوئے، اس وقت والد محترم حضرت مولانا محمد الیاسؒ مظاہر علوم سہارنپور میں مدرس تھے، مولانا محمد اسماعیل دہلویؒ کے بالترتیب تین صاحبزادے تھے: مولانا محمد صاحبؒ، مولانا محمد یحیی صاحبؒ والد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ، مولانا محمد الیاس صاحبؒ والد مولانا محمد یوسفؒ، پورا خاندان حتی کہ خواتین بھی صلاح وتقوی اور زہد و کثرت عبادت میں معروف ہیں، تفصیل کیلئے دیکھئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت از مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

تعلیم وتربیت: دس سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا، پھر تعلیم مشکوۃ تک اپنے والد صاحب اور مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ وغیرہ سے مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین میں حاصل کی، پھر دوبارہ مظاہر علوم سہارنپور میں دورہ کی تمام کتابیں پڑھ کر ۱۳۵۴ھ میں فراغت حاصل کی، چند اساتذہ کے نام یہ ہیں: مولانا عبداللطیف صاحبؒ مہتمم مدرسہ (بخاری شریف)، مولانا محمد منظور احمد خان صاحب سہارنپوریؒ (مسلم شریف)، مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ (ترمذی

شریف) اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ (ابوداود شریف)، وغیرہم.

مولانا محمد الیاسؒ سے نسائی، ابن ماجہ، طحاوی شریف، مستدرک حاکم بھی پڑھی.

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ آپ کے ہم سبق تھے، انکا بیان ہے کہ ہم دونوں نے آپس میں یہ طے کرلیا تھا کہ رات کے ابتدائی آدھے حصہ میں ہم میں سے ایک مطالعہ کریگا اور دوسرا سوئے گا اور آدھی رات ہوجانے پر مطالعہ کرنے والا چائے بنائے گا اور دوسرے ساتھی کو اٹھا کراور اسکے ساتھ چائے پی کر سوجائے گا اور دوسرے کے ذمہ ہوگا کہ فجر کی جماعت کیلئے سونے والے ساتھی کو اٹھائے، ایک دن حضرت مولانا مرحوم (مولانا محمد یوسفؒ) شروع رات میں مطالعہ کرتے تھے اور میں سوتا تھا اور دوسرے دن اسکے برعکس ترتیب رہتی تھی. (دیکھئے سوانح یوسفی ندوی ص۱۷۶ تا ۱۸۰ وسوانح حضرت شیخ محمد زکریاؒ ص۱۳۱ ز مولانا عاشق الٰہیؒ)

نکاح واولاد: ۳ رمحرم ۱۳۵۴ھ کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی صاحبزادی سے نکاح ہوا، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے نکاح پڑھایا، ان سے مولانا محمد ہارون کی رمضان ۱۳۵۸ھ میں ولادت ہوئی [1]

پہلی اہلیہ کا انتقال نظام الدین میں ۲۹ رشوال ۱۳۶۶ھ میں ہوا جب کہ وہ اشارہ سے نماز پڑھ رہی تھیں اور سجدہ کیلئے سر جھکایا تو اچانک روح پرواز کرگئی.

پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ کی دوسری صاحبزادی سے ۱۹ر ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ میں بدھ کو عقد نکاح ہوا، ان سے کوئی اولاد نہیں. (الفرقان خصوصی ص۳۷ و۳۸)

---

[1] اس نکاح کا دلچسپ واقعہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالی نے آپ بیتی نمبر (۳) یادایام (۲) ج(۱) ص۳۰۵ تا ۳۰۷ میں ذکر فرمایا ہے، وہاں ملاحظہ ہو .

تصانیف: حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے تعلیم کے زمانہ ہی سے تالیف کا کام شروع کردیا تھا :

(۱)۔ **أمانی الأحبار** کی تالیف پڑھنے ہی کے زمانہ سے ابتداء فرمائی تھی جو آخر حیات تک جاری رہی مگر مکمل نہ ہوسکی، طحاوی کے تقریباً چوتھائی حصہ: **باب الرکعتین بعد العصر** تک مکمل ہوئی.

(۲)۔ دوسری عظیم الشان کتاب **حیاۃ الصحابہ** ہے، جو تین ضخیم جلدوں میں صحابۂ کرام کے زندگی کے تمام پہلو پر حاوی ہے.

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن بجنوریؒ تحریر فرماتے ہیں: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو حضرات صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کی ذوات قدسیہ سے خصوصی تعلق بچپن ہی سے تھا، یہ جب بچہ ہی تھے امی بی فرمایا کرتی تھیں: الیاس ! کیا بات، میں تیرے ساتھ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کی صورتیں چلتی پھرتی دیکھتی ہوں؟ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالی فرمایا کرتے تھے: جب میں مولوی الیاس صاحب کو دیکھتا ہوں تو فوراً حضرات صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم یاد آجاتے ہیں، یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالی حضرات صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کے واقعات پڑھوا کر سنا کرتے تھے اور ان سے کیف وسرور کی کسی دوسری دنیا میں مستغرق ہوجاتے تھے، اور یہی وجہ تھی کہ انھوں نے اپنے فخر زمانہ بھتیجے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ (رحمہ اللہ) سے ایک کتاب ''حکایات صحابہ'' لکھوائی، حکایات صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم اردو زبان میں پہلی کتاب ہے جو حضرات صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کے مختلف احوال پر مختلف عنوان کے تحت ترتیب دی گئی ہے، یہ وہ کتاب ہے جسکے تراجم انگریزی، جاپانی اور دنیا کی مختلف متعدد زبانوں میں ہوچکے ہیں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالی کی حضرات صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم سے عشق ومحبت کی نہ بجھنے والی پیاس نے صرف اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ وہ چاہتے تھے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کی زندگیوں کو دعوت کے طرز پر پیش کیا

جائے، اس کام کیلئے انھوں نے اپنے فخر زمانہ لائق فرزند حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو منتخب کیا اور **أمانی الأحبار** کا کام بیچ میں رُکوا کر اس کتاب کو ترتیب دلوانا شروع کیا جس کا نام **حیاۃ الصحابہ** حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندویؒ نے رکھا. (روایت قاری محمد رشید احمد صاحب خورجوی)

حضرت مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کو خود حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے عشق تھا بچپن ہی سے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات و واقعات کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور دوسروں کو سنایا بھی کرتے تھے ....

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیات میں عشاء کی نماز کے بعد سیرت کی کتابوں کے سنانے کا دستور تھا اور اس خدمت پر مولانا کی حیات میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ مامور تھے اور ان کے بعد بھی، اپنی حیات تک انھوں نے یہی معمول بنائے رکھا، پھر والد محترم نے جب مشکوۃ شریف پڑھانی شروع کی تھی حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات کی تتبع ان کے ذمہ کردی تھی، یہی وجہ تھی کہ امانی الاحبار کی شرح کو بیچ میں چھوڑ وا کر حیاۃ الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو والد محترم کے تعمیل ارشاد میں ترتیب دینا شروع کیا ۱؎

۱؎ کسی نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے کہا کہ دعوت کے اصول پر ایک کتاب لکھ دیجئے، تو فرمایا میں تو حضور ﷺ کا ایک امتی ہوں، میری اتباع نہیں کی جائیگی بلکہ نبی ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اتباع کی جائیگی، میں نے حیاۃ الصحابہ لکھ دی ہے اسی سے اصول نکال کر اس پر عمل کیا جائے.

کسی نے کہا کہ آپ نے حیاۃ الصحابہ کیوں لکھی، حیاۃ النبی ﷺ کیوں نہیں لکھی تو فرمایا: حیاۃ الصحابہؓ حیاۃ النبی ﷺ سے الگ نہیں ہے بلکہ نبی ﷺ کی حیات طیبہ ہی صحابہ میں پھیلی ہوئی تھی، حیاۃ الصحابہ لکھ کر گویا میں نے حیاۃ النبی ﷺ بھی لکھ دی. (بیان مولانا یونسؒ پونہ والے)

اسی لئے شیخ محمد علی دولہ نے اس کا نام **حیاۃ النبی ﷺ و أصحابه** رکھا ہے. (مقدمہ حیاۃ الصحابہ ص۱۲)

حیاۃ الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیا ہے اس کے متعلق اپنی ناقص رائے تو یہ ہے کہ اس طرز پر اسلامی لٹریچر میں اب تک کوئی کتاب ترتیب نہیں دی گئی، حضرت مولانا علی میاں نے عربی کی اس کتاب پر عربی ہی میں ایک مبسوط تبصرہ فرماتے ہوئے آخر میں تحریر فرمایا ہے: **و قد جمع هذا الكتاب من أخبار الصحابة** رضی اللہ عنہم **وسِيَرِهم وقِصصِهم وحكاياتِهم ما ينذُر وجوده في كتاب واحد**...الخ

بڑے بڑے علماء کو میں نے یہ کہتے سنا ہے کہ کیا اس قسم کے واقعات موجود ہیں، لیکن انھوں نے جب کتاب کو مع حوالہ دیکھا تو انھیں اپنی کم علمی اور حضرت مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی جلالت قدر کا اعتراف کرنا پڑا. (تذکرہ امیر تبلیغ مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ از مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوریؒ ص۵۹ تا ۶۱)

شیخ نورالدین عترؒ تحریر فرماتے ہیں: **وثمة كتب آخرى هامة في معرفة الصحابة ......**

۳ـ كتاب حياة الصحابة : للعلامة الداعية المحدث الشيخ محمد يوسف الكاندهلويؒ الهندي المتوفى سنة ۱۳۸۳ھ ۱؎ تغمده الله برحمته وهو كتاب بديع جداً في هذا الفن تناول فيه سيرة الصحابة رضی اللہ عنہم **من حيث كونهم أمثلة عُليا في تطبيق هذا الدين و من حيث كونهم قدوة تحتذى في العلم و العمل و التقوى والورع ...... و الكتاب بهذا عدة هامة و سلاح ماض للداعية لا يستغنى عنه.** (حاشيته على علوم الحديث لابن السلاح ص ۲۹۲)

محدث کبیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے بارے میں مفتی محمد شاہد صاحب فرماتے ہیں:

مولانا محمد یوسف صاحبؒ جب کبھی کراچی تشریف لاتے مدرسہ میں اہتمام سے بلاتے، بیان کراتے اور دیر تک علیحدگی میں ان سے دل کی باتیں کرتے اور فرماتے کہ میں اس شخص کے بارہ

۱؎ الصحیح ۱۳۸٤ھ (عتیق)

میں حیران ہوں کہ باوجود تبلیغی اسفار اور تدریسی مشاغل کے امانی الاحبار اور حیاۃ الصحابہ جیسی کتب کیسے تصنیف فرمالیں. (مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور جماعت تبلیغ ص ۱۵ از مفتی محمد شاہد کراچی مدظلہ)

حضرت مولانا محمد ثانی ندویؒ فرماتے ہیں:

''راقم الحروف الحمد للہ ان خوش نصیبوں میں ہے جنھوں نے مولانا کی دن رات کی زندگی مصروفیتوں کو سفر وحضر میں بار بار دیکھا ہے، ان مصروفیات میں ایسی ضخیم کتابوں کی تصنیف کو مولانا کی کرامت ہی کہا جا سکتا ہے''..... الخ (سوانح مولانا محمد یوسف ص ۷۰۶)

۳۔ ایک تیسری کتاب چھ نمبروں پر ہے، چھ نمبروں سے متعلق نصوص کو جمع فرمایا ہے، مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ فرماتے ہیں: یہ کتاب احقر نے دیکھی تھی لیکن آج تک اسکے طبع ہونے کا علم نہ ہو سکا، غالباً مرکز نظام الدین دہلی میں اسکا مسودہ محفوظ ہوگا. (سوانح شیخ زکریاؒ از مولانا عاشق الٰہی ص ۱۴۳)

مفتی عزیز الرحمٰن بجنوریؒ لکھتے ہیں: حضرت جی مرحوم نے احادیث کی روشنی میں تبلیغی جماعت کے چھ نمبروں پر بھی کچھ لکھا ہے، یہ رسالہ عربی میں ہے، اس کی فہرست یہ ہے: (۱)۔ کلمہ طیبہ ازصفحہ ۱ تا ۱۶ (۲)۔ الصلوۃ ازصفحہ ۱۷ تا ۲۰ (۳)۔ العلم ازصفحہ ۲۱ تا ۴۴ (۴)۔ الذکر ازصفحہ ۴۵ تا ۷۰ (۵)۔ اکرام مسلم ازصفحہ ۷۱ تا ۷۴ (۶)۔ نفر فی سبیل اللہ (۷)۔ النیۃ ازصفحہ ۹۱ تا ۲۴۳ (۸)۔ ترک لایعنی ازصفحہ ۲۴۴ تا ۲۷۳ .

درمیان میں کہیں کہیں خالی صفحات بھی ہیں اور کہیں کہیں حواشی پر اضافہ بھی ہے، کتاب کا انداز بیان یہ ہے کہ ہر ایک عنوان پر بکثرت احادیث اور آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر کیا ہے، گویا احادیث وآثار سے ان نمبروں کو ثابت کیا ہے، یہ کتاب ابھی مسودہ کی صورت میں ہے. (تذکرہ امیر تبلیغ ص ۶۲)

اب یہ کتاب مولانا محمد سعد مدظلہ کے اردو ترجمہ اور مختصر شرح کے ساتھ متعدد بار طبع ہو چکی ہے.

دعوت وتبلیغ کی ذمہ داری: جب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت مولانا نے بزرگوں (حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ وغیرہ) کے مشورہ سے حضرت مولانا محمد یوسفؒ کو خلافت عطا فرمائی اور کام کی جانشینی آپ کی طرف منتقل ہوئی، ۲۱/رجب ۱۳۶۳ھ سے شوال ۱۳۸۴ھ تک تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں کام خوب پھیلا اور دنیا کے مختلف ملکوں میں کام شروع ہوا، افریقہ، یورپ، حجاز مقدس اور عرب کے دیگر ممالک میں کام پھیلا اور خود بھی مختلف ملکوں کا سفر فرمایا، ملک اور بیرون ملک تقریباً ۱۵۰ اجتماعات ہوئے، پاکستان اور بنگلہ دیش کا ۱۶ مرتبہ سفر فرمایا. (تفصیل کیلئے دیکھئے تذکرہ امیر تبلیغ ص ۱۹۹ وسوانح مولانا محمد یوسف از مولانا محمد ثانیؒ وآپ بیتی ص ۴۶۶ و ۴۸۶)

آپ نے تین حج اور دو عمرے ادا فرمائے، آخری حج ۱۳۸۳ھ میں ادا فرمایا اور وہاں بڑا اجتماع کیا اور خوب جماعتیں نکلیں، صرف یورپ ممالک کیلئے ۲۶ جماعتیں نکلیں.

آپ کے بیانات بہت مؤثر ہوا کرتے تھے، تین تین گھنٹے بلکہ کبھی کبھی پانچ گھنٹے تک بیان فرماتے، اپنے آرام اور صحت کا بھی خیال نہ فرماتے، امت کے درد اور فکر میں اپنے کو فنا کر دیا تھا.

وفات: آخری حج کے بعد بنگلہ دیش کا سفر فرمایا اور وہاں سے پاکستان کا، رائیونڈ اجتماع میں شرکت فرمائی، اس کے بعد لاہور بلال پارک مرکز میں خطاب فرمایا اور وہیں ہسپتال جاتے ہوئے راستہ میں ۲۹/ذوالقعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۲/اپریل ۱۹۶۵ھ بروز جمعہ انتقال ہو گیا، انا للہ و انا الیہ راجعون، غسل وکفن کے بعد لاہور ہی میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی گئی، پھر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ وغیرہ

کے مشورہ سے جنازہ لاہور سے دہلی لایا گیا اور دوسرے دن صبح ۱۰ بجے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھائی اور مرکز نظام الدین میں اپنے والد مرحوم کے قریب ہی مدفون ہیں. رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

وفات کا تفصیلی واقعہ تذکرہ مولانا محمد یوسف از مفتی عزیز الرحمٰن ص۱۹۴ و بعدھا اور مولانا محمد ثانی ص ۴۳۵ و بعدھا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہم اللہ تعالی کی آپ بیتی نمبر (۳) یاد ایام (۲) ج (۱) ص ۲۶۷ تا ۲۷۰ میں دیکھا جا سکتا ہے

حضرت شیخ مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں: خواب تو مرحوم کے حادثہ کے بعد لوگوں نے عجیب عجیب دیکھے اور لکھے، لیکن یہ خواب چونکہ اس ناکارہ کے نزدیک لفظ بہ لفظ واقعہ ہے اسلئے لکھوا رہا ہوں، اس حادثہ پر اپنے تعلقات کے موافق نیز اپنے قلبی ضعف وتحمل کے موافق اثرات تو بہت ہی عام ہوئے، لیکن ایک عورت کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ کسی وقت بھی چپ نہ ہوتی تھی، ہر وقت روتی رہتی تھی، بار بار وضو کرتی تھی اور تسبیح لے کر بیٹھ جاتی، وہ اسی حالت میں ایک دفعہ وضو کرکے تسبیح لے کر بیٹھی تھی کہ اسکو غنودگی ہوگئی، اس نے عزیز مرحوم کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ کیوں پاگل ہوگئی؟ مرنا تو سب ہی کو ہے، تعلق مالک سے پیدا کریں، بندے سے نہیں، اس پر اس نے والہانہ انداز سے یوں کہا: حضرت جی! آخر یہ ایک دم ہی ہوا کیا؟ مرحوم نے کہا کہ کچھ بھی نہیں، کچھ دنوں سے جب میں تقریر کیا کرتا تھا تو مجھ پر تجلیات الٰہیہ کا خاص ظہور ہوتا تھا، اس مرتبہ جب میں رات کو تقریر کر رہا تھا تو ان کا اتنا ظہور ہوا کہ میرا قلب ان کا تحمل نہ کر سکا اور دورہ پڑ گیا، اس کے بعد ایک بہت بڑا گلاب کا پھول سنگھایا گیا اس کے ساتھ میری روح نکل گئی، بس اتنی ہی سی بات ہوئی. فقط. (الفرقان خصوصی ص ۳۶)

حیاۃ الصحابہ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ہر زمانہ میں اس کی مختلف

طریقہ سے خدمت کی گئی ہے، شیخ نایف عباس اور محمد علی الدولہ نے مشترکہ طور پر حواشی سے مزین کر کے شائع کیا، نیز مولانا محمد طارق دہلوی، اور مولانا محمد الیاس بارہ بنکوی رحمہما اللہ نے اس پر تحشیہ وتعلیق کا کام کیا، شیخ ماہر تملاوی کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ بھی طبع ہوئی، شیخ محمود طعمہ حلبی نے اس کا اختصار کیا، اردو زبان میں مولانا محمد عثمان فیض آبادی اور مولانا احسان الحق رائیونڈ مدظلہما نے ترجمے کئے اور مختلف حضرات نے مختلف زبانوں میں ترجمہ کئے، اور تا ہنوز سلسلہ جاری ہے، اللہ تعالی اس عظیم کتاب سے صحیح استفادہ کی توفیق بخشیں. آمین

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے چند ملفوظات

(۱)۔ یقیناً ذکر خداوندی افضل ترین عبادت ہے، لیکن جس محنت سے دنیا ذاکر ہو جائے وہ محنت اس سے بھی زیادہ افضل ہے. (تذکرہ امیر تبلیغ عزیزی ص ۹۶)

(۲)۔ ارشاد فرمایا: اگر تم اس کام میں لگنے کا حق ادا کر دو تو ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم والے اپنے اسباب سمیت تمہارے غلام بن جائیں گے، ہائیڈروجن بم اور ایٹم بم سے ڈرنا ایسا ہی ہے جیسا بت پرست اپنے بتوں سے ڈرتے ہیں. (ایضا ص۲۱۱)

(۳)۔ اصل دعاء دل کی ہے، شیطان اشراف پر ڈالے گا تم دعاء میں لگ جاؤ، یہ اس کا علاج ہے، دین ودنیا کا جہاں کوئی مسئلہ آوے تم دعاء میں لگ جاؤ تو اشراف سے محفوظ ہو جاؤ گے، جب اشراف سے محفوظ ہو گئے تو سوال سے محفوظ ہو جاؤ گے، اگر اشراف کی جڑ نہ کٹی تو ایک نہ ایک دن سوال کی لعنت میں پھنس جاؤ گے. (تفصیل دیکھئے تذکرہ امیر تبلیغ عزیزی ص۲۱۳)

(۴)۔ سورج میں تین باتیں ہیں: ایک یہ کہ وہ نور کے ساتھ پھرتا ہے، دوسرے مسلسل پھرتا ہے، تیسرے یہ کہ جن کو روشنی پہنچاتا ہے ان سے خود کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا، تمہارا حال

بھی یہی ہونا چاہئے: نور کے ساتھ پھرو، مسلسل پھرو اور لا أسئلکم علیه اجرا کو اپنا اصول بناؤ، دعوت کے عمل سے کوئی فائدہ نہ اٹھاؤ. (ایضا ۲۲۶)

(۵)۔ اسلئے میں کہتا ہوں کہ صرف کلمہ اور تسبیح سے امت نہیں بنے گی، امت معاملات اور معاشرت کی اصلاح سے اور سب کا حق ادا کرنے اور سب کا اکرام کرنے سے بنے گی، بلکہ تب بنے گی جب دوسروں کے لئے اپنا حق اور اپنا مفاد قربان کیا جائے گا، حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے اور اپنے پر تکلفیں جھیل کے اس امت کو امت بنایا تھا. (تذکرہ امیر تبلیغ عزیزی ص ۲۴۳ آخری بیان کا ایک حصہ)

(۶)۔ اس کام کی تعمیم کیلئے رواجی طریقوں: اخبار، اشتہار، پریس وغیرہ اور رواجی الفاظ سے بھی پورے پرہیز کی ضرورت ہے، یہ کام سارا غیر رواجی ہے، رواجی طریقوں سے رواج کو تقویت پہنچے گی، اس کام کو نہیں. (الفرقان خصوصی ص ۱۰۵)

(۷)۔ حضرت مولانا الیاس صاحب نے فرمایا: یوسف! جس جگہ جس وقت حضور اکرم ﷺ کی سنت کے خلاف عمل ہو رہا ہو اس کے مقابلہ میں سنت کو رواج دینے کے لئے محنت بغیر جگہ اور وقت کی تقیید کئے کرنا یہ قطب وابدال بننے کا راستہ ہے. (تفصیلی واقعہ دیکھئے سوانح مولانا محمد یوسف از مولانا محمد ثانی ندوی ۷۰۹)

(۸)۔ حضرت جی رحمہ اللہ کے آخری اور بالکل آخری کلمات یہ ہیں: **لا اله الا الله ، الحمد لله الذی أنجز وعده ، لا اله الا الله محمد رسول الله ، الله اکبر الله اکبر، الحمد لله الذی أنجز وعده ونصر عبده وهزم الأحزاب وحده ، لاشیء قبله ولا بعده، لاشیء قبله ولا بعده ولا شیء قبله ولا بعده** .(تذکرہ امیر تبلیغ ص ۲۱۱)

اعلاء السنن اور اس کے مصنفؒ

نام: ظفر احمد بن لطیف احمد بن نہال احمد.

ولادت: ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ دیوبند میں، ننھیال نے ظریف احمد نام رکھا اور تاریخی نام مرغوب نبی ہے، حضرت تھانویؒ کے بھانجے اور ہم زلف تھے، ۱۳۲۸ھ میں شادی ہوئی.

تعلیم: دیوبند، تھانہ بھون، کانپور اور سہارنپور میں تعلیم حاصل کی، ۱۳۴۴ھ میں تمام مصروفیات کے باوجود چھ ماہ کی مدت میں تھانہ بھون میں قرآن پاک حفظ کیا.

اساتذہ: حافظ نامدار، حافظ غلام رسولؒ، مولانا نذیر احمدؒ سے ناظرہ پڑھا، حضرت مولانا محمد یاسینؒ (والد محترم حضرت مفتی محمد شفیع عثمانیؒ) سے فارسی وغیرہ پڑھی، منشی منظور احمد دیوبندیؒ سے حساب، مولانا عبد اللہ گنگوہیؒ صاحب تیسیر المنطق سے ابتدائی عربی، حضرت مولانا شاہ لطف رسولؒ سے ترجمہ قرآن، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے التلخیصات وغیرہ، مولانا محمد رشید کانپوریؒ سے ہدایہ ومشکوۃ وغیرہ پڑھی، اور حضرت مولانا محمد اسحاق بردوانیؒ سے جلالین اور دورہ کی کتابیں ۱۳۲۶ھ میں پڑھیں، پھر مظاہر علوم میں مولانا عبد اللطیفؒ ناظم مظاہر علوم سہارنپور اور مولانا عبد القادر سہارنپوریؒ سے ریاضی، منطق وفلسفہ وغیرہ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ سے بخاری کے کچھ حصے اور دیگر کتابیں پڑھیں، فراغت ۱۳۲۹ھ میں ہوئی.
(دیکھئے چالیس بڑے مسلمان ۶۶۹ وبعد ہا، بیس علماء حق ۲۳۰ وبعد ہا، تذکرہ اولیاء دیوبند ۴۸۷)

حضرت مولانا محمد یحیی کاندھلویؒ، حضرت سہارنپویؒ، حضرت تھانویؒ اور حضرت علامہ کشمیریؒ سے اجازت حدیث حاصل کی۔ (علماء مظاہر علوم ...الخ ۲/۱۵۹ از مولانا شاہد مدظلہ)

خلافت: حضرت مولانا محمد یحیی کاندھلویؒ، حضرت سہارنپوریؒ، حضرت تھانویؒ سے ملی۔

تدریس وخدمات: مظاہر علوم سہارنپور میں فراغت کے بعد ۷۔۸ سال تک شرح وقایہ، نورالانوار، ہدایہ وشرح عقائد اور متنبی وغیرہ کتابیں پڑھائیں، پھر تھانہ بھون کے قریب ارشاد العلوم گڑھی پختہ میں اکثر کتابیں از ابتداء تا بخاری شریف پڑھائیں اور خانقاہ امدادیہ میں

۱۳۳۸ھ میں ایک شعبہ قائم ہوا جس میں تلخیص بیان القرآن اور اعلاء السنن وغیرہ کتابیں تصنیف کیں، رنگون میں بھی مختلف اوقات میں دینی خدمات انجام دیں، تبلیغ کا کام بھی کرتے تھے، رنگون کی ایک پوری بستی کے لوگ مرتد ہوگئے تھے ایک سال میں محنت کرکے سب کو دوبارہ مسلمان بنایا، پھر دوبارہ تھانہ بھون آکر تصنیفی کام کو جاری رکھا، پھر ۵۸ھ میں ڈھاکہ تشریف لائے اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں ہدایہ وصحیحین کا درس دیا ۱۳۶۷ھ تک، اسی دوران اشرف العلوم ڈھاکہ میں مؤطا اور بیضاوی اور مثنوی اور کبھی کبھار بخاری شریف کا درس بھی دیتے رہے، نیز گرمی کی تعطیلات میں جامعہ ڈابھیل میں بھی مسلم اور ترمذی شریف کا درس دیا ہے (تاریخ جامعہ ڈابھیل میں جمادی الاخری ۱۳۶۴ھ میں آپکے ورود مسعود کا ذکر ملتا ہے دیکھئے ص ۱۴۴ و ۴۶۹ پاکستانی)، پھر یونیورسٹی کو چھوڑ کر مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۴ء صدر مدرس بھی رہے اور بخاری شریف، الاشباہ اور اصول بزدوی وغیر کتابوں کا درس بھی دیا، نیز جامعہ قرآنیہ لالباغ ڈھاکہ میں ۱۵ سال بخاری شریف کا درس دیا اور تقسیم پاکستان کے بعد بھی اسکی سرپرستی فرماتے رہے۔

۱۹۵۴ء میں مسلم لیگ اور دوسری پارٹیوں کا مقابلہ ہوا اور مسلم لیگ ناکام ہوئی جسکی وجہ سے آپ دل برداشتہ ہوگئے اور پاکستان چھوڑ کر مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) میں قیام کا ارادہ کرلیا، حج کرکے ڈھاکہ واپس ہوئے تو حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی دعوت پر آپ ٹنڈوالہ یار پاکستان میں شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز ہوئے اور تدریس وافتاء اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ تقریبا ۲۰ سال (تاوفات) خدمات انجام دیتے رہے۔ (دیکھئے مذکورہ تینوں حوالے)

اخیر وقت تک بخاری شریف کا درس دیتے رہے، فرمایا کرتے تھے کہ جب مجھے مرض اور کمزوری کا احساس ہونے لگتا ہے تو میں صحیح بخاری کا درس شروع کردیتا ہوں اور اللہ تعالی اس کی برکت سے صحت وقوت عطا فرمادیتے ہیں۔ (علماء مظاہر ۱۵۹)

تلامذہ: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ، مولانا بدرعالم میرٹھیؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، مولانا اسعد اللہ ناظم مظاہر علوم سہارنپورؒ، حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مولانا عابد الرحمٰن کاندھلویؒ حضرت مولانا عمر احمد سورتی اور حضرت مولانا عبدالرزاق افریقی وغیرہم۔ (۴۰ بڑے مسلمان)

خلفاء: تیرہ اشخاص کو خلافت عطا فرمائی: جن میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مولانا عبدالشکور ترمذی زیادہ مشہور ہیں۔ (ایضا)

تصانیف: **تحذیر المسلمین عن موالاۃ المشرکین، امداد الاحکام، احکام القرآن (دلائل القرآن علی مسائل النعمان)، تلخیص بیان القرآن، الشفا** (تفسیر سے متعلق سوال وجواب)، **القول المیسور فی تسہیل ثبات الستور** (اسلام میں پردہ کی حقیقت)، **القول الماضی فی نصب القاضی، کشف الدجی عن وجہ الربا،**

فتح الظفر، البنيان المشيد ترجمه البرهان المشيد لسيد أحمد الرفاعي ، انكشاف الحقيقة عن استخلاف الطريقة ، القول المنصور فى ابن المنصورؒ ، حقيقت معرفت ، براة عثمانؓ ، ترديد پرويزيت ، رد منكرين حديث ، فاتحة الكلام فى القراء ة خلف الامام ، شق الغين عن حق رفع اليدين ، القول المتين فى الجهر و الاخفاء بآمين ، كف اللسان عن معاويه ابن ابى سفيان ، فضائل القرآن ، تعليم نبوت ، انوار النظر فى آثار الظفر، اعلاء السنن ، اوراس کا مقدمه انهاء السكن لمن يطالع اعلاء السنن (قواعد فى علوم الحديث) ، انجاء الوطن عن الازدراء بامام الزمن، الظفر الجلى باشرف العلى ، رحمة القدوس ترجمه بهجة النفوس لابن أبى جمرة ، أسباب المحموديه ترجمه آداب المعبودية للشعرانى، روح تصوف مع عطر تصوف ، مرام الخاص، الدر المنضود ترجمه البحر المورود لعبد الوهاب الشعرانى ، فضائل الجهاد ، فضائل سيد المرسلين اورولادت محمد یہ کا راز، علماء ہند کی خدمت حدیث، مسلمانوں کے زوال کے اسباب، دینی مدارس کے انحطاط کے اسباب وغیرہ . (تفصیل کیلئے دیکھئے علماء مظاہر علوم ۱۶۰/۲ تا۱۷۳ و ۴۰ بڑے مسلمان ۶۶۳/۱)

چار مرتبہ حج کی سعادت سے مشرف ہوئے : ۱۳۲۸ھ ۱۳۳۸ھ ۱۳۴۸ھ ۱۳۷۴ھ

قیام پاکستان کیلئے حضرت تھانویؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانی کے ساتھ رہ کر بہت محنت کی ہے، اس کی تفصیل کیلئے دیکھئے (۴۰ بڑے مسلمان وغیرہ)

وفات: ۲۳/۱۱/۱۳۹۴ھ ۸/۱۲/۱۹۷۴ء بروز اتوار انتقال ہوا اور مفتی محمد شفیع عثمانیؒ نے جنازہ کی نماز پڑھائی .

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے فرمایا: مولانا عثمانی کی رحلت سے مسند علم وتحقیق، مسند تصنیف وتالیف، مسند تعلیم وتدریس اور مسند بیعت وارشاد بیک وقت خالی ہوگئیں .

حضرت مولانا عبداللہ درخواستی نے فرمایا: کہ مولانا عثمانیؒ کی وفات سے جوخلا پیدا ہوا ہے وہ کبھی پر نہیں ہوگا. (دیگر علماء کے ارشادات کیلئے دیکھئے تذکرہ ص۴۹۴)

علماء کرام کے تأثرات

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے فرمایا: مولانا ظفر احمد عثمانی اپنے ماموں حکیم الامت تھانوی کا نمونہ ہیں . (بیس علماء حق ۲۵۹)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا: میرے بھانجے مولانا ظفر احمد عثمانی، الحمد للہ علوم دینیہ کا سر چشمہ ہیں اور طالبانِ خیر کے پیشوا ہیں اور اس دور کے امام محمد ہیں.

(تذکرہ اولیاء دیوبند۴۹۳ و۵۰ مثالی شخصیات۱۸۲)

حضرت مفتی محمد شفیع عثمانیؒ: فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ عہد حاضر کے ائمہ فن علماء اولیاء اور اتقیاء کی صف میں ایک بلند اور ممتاز مقام رکھتے تھے، حق تعالی نے ان کو علمی وروحانی مقامات میں ایک خاص امتیاز عطا فرمایا تھا،، اور حقیقت یہ ہے کہ ایسی جامع علم وعمل باخدا ہستیاں کہیں قرنوں میں پیدا ہوتی ہیں . (تذکرہ ۴۸۸ وبیس علماء حق ۲۵۷)

شیخ الحدیث مولانا ادریس کاندھلویؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا علمی مقام معاصرین میں کیا تھا؟ تو حصرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ میں تو ان کا شاگرد ہوں اور میری طرح سے انکے بہت سے شاگرد ہیں، حضرت حکیم الامت تھانویؒ آپ کے علم وفہم پر بہت زیادہ اعتماد فرماتے تھے، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے مولانا انیس احمد صدیقی نے پوچھا کہ

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی میں کیا نسبت ہے؟ تو شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کا علم وفہم یقیناً زیادہ ہے۔ (تذکرہ ۴۹۲)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ: مولانا عثمانی علوم دینیہ اور قانون شریعت کے متبحر عالم تھے، وہ شریعت کے مزاج کو خوب سمجھتے تھے، اور عقل سے تولتے تھے، کوئی بات ذمہ داری اور تحقیق سے خالی نہیں ہوتی تھی اور وہ تمام عالم اسلام کیلئے چراغ ہدایت تھے۔ (تذکرہ ۴۹۱)

اعلاء السنن کے بارے میں اہل علم کے تاثرات

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ:

مولانا عثمانیؒ کی تصنیف اعلاء السنن حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے حکم سے لکھی گئی تھی، مولانا عثمانیؒ جب پہلی جلد لکھ کر حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں لے گئے تو حضرتؒ نے دیکھا اور بہت پسند فرمایا دوسری جلد لکھنے کا حکم فرمایا، مولانا مرحوم نے دوسری جلد مکمل کی اور وہ بھی حضرت تھانویؒ کی خدمت میں پیش کی، حضرت نے بے حد پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اتنا خوش ہوئے کہ جو چادر اوڑھے ہوئے تھے وہ اتار کر مولانا عثمانیؒ کو اوڑھادی، اور فرمایا: کہ علماء احناف پر امام ابوحنیفہؒ کا بارہ سو برس سے قرض چلا آرہا تھا، الحمدللہ آج وہ ادا ہوگیا۔ (۵۰ مثالی شخصیات ۱۸۱ از مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ)

اسی طرح علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی بلند پایہ کتاب فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں مولانا عثمانی کی مایہ ناز کتاب اعلاء السنن کے جگہ جگہ حوالے دیئے ہیں، غرض حضرت عثمانی کی علوم حدیث پر بہت گہری اور وسیع نظر تھی۔ (تذکرہ اولیاء دیوبند ۹۱۔۴۹۰)

علامہ محمد زاہد الکوثری: فرماتے ہیں کہ اعلاء السنن کے مؤلف جو حضرت حکیم الامت مولانا

اشرف علی تھانویؒ کے بھانجے ہیں یعنی محدث ومحقق، مدبر ومفکر اور زبردست فقیہ حضرت مولانا الشیخ ظفر احمد عثمانی کو اللہ تعالی علمی خدمات کیلئے زیادہ سے زیادہ مواقع مہیا فرمائے، میں تو اس غیر تمند عالم کی علمی قابلیت ومہارت اور اس مجموعہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا جس میں اسقدر مکمل تحقیق وجستجو اور تلاش وتدقیق سے کام لیا گیا ہے کہ ہر حدیث پر فن حدیث کے تقاضوں کے مطابق متن پر بھی اور سند پر بھی اس طریقہ سے کلام کیا گیا ہے کہ اپنے مذہب حنفی کی تائید پیش کرنے میں تکلف کے آثار قطعاً نظر نہیں آتے بلکہ اہل مذہب کی آراء پر گفتگو کرتے ہوئے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انصاف کا دامن کہیں ہاتھ سے نہیں چھوٹا، مجھے اس کتاب کے مصنف پر انتہائی درجے کا رشک ہونے لگا، مردوں کے ہمت اور بہادروں کی ثابت قدمی، اس قسم کے نتائج فکر پیدا کیا کرتی ہیں، خدا ان کی زندگی کو خیر وعافیت کے ساتھ دراز فرمائے کہ وہ اس قسم کی مزید تصنیفات پیش کرسکیں۔ (تذکرہ ۴۸۹ و بیس علماء حق ۲۵۷)

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں: مذہب احناف کے متعلق حدیث کا مجموعہ تیار کرنے کا جب پروگرام بنا تو حضرت حکیم الامت نے اس اہم کام کیلئے مولانا عثمانی کا انتخاب کیا اور آپ نے اس خدمت کو بخوبی پایہ تکمیل تک پہنچایا، اعلاء السنن کے نام سے بیس ضخیم جلدوں میں یہ عظیم الشان تالیف اہل علم میں مشہور ہے، اور جن اصحاب بصیرت نے آپ کی اس تالیف کا مطالعہ کیا ہے وہ گواہی دیں گے کہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ نے اس مجموعہ کی تیاری میں کتنی محنت کی ہے اور کتنا عجیب وغریب حدیث کا ذخیرہ جمع فرمادیا ہے...الخ (پھر وہ قصہ ذکر کیا جو ابھی حضرت تھانویؒ کے تاثرات کے ذیل میں گزر چکا)۔ (۵۰ مثالی شخصیات ۱۸۱)

محدث عصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ: فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عثمانیؒ کی تصانیف میں اعلاء السنن کے علاوہ اور کوئی تصنیف نہ ہوتی تو بھی تنہا یہ کتاب ہی علمی کمالات، حدیث وفقہ و

رجال کی قابلیت ومہارت، ثبوت وتحقیق کے ذوق کومحنت وعرق ریزی کے سلیقہ کیلئے برہان قاطع ہے، اعلاء السنن کے ذریعہ حدیث وفقہ اور خصوصاً مذہب حنفی کی وہ قابل قدر خدمت کی ہے جس کی نظیر مشکل سے ملے گی، یہ کتاب ان کی شاہکار تصانیف اور فنی وتحقیقی ذوق کا معیار ہے، اور وہ قابل قدر کارنامہ ہے جس پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے، حضرت مولانا عثمانیؒ نے اس کتاب کے ذریعہ جہاں علم پر احسان کیا ہے وہاں حنفی مذہب پر بھی احسان عظیم کیا ہے، علماء حنفیہ قیامت تک ان کے مرہون منت رہیں گے. (تذکرہ ۴۸۹ وغیرہ)

نیز فرمایا: اعلاء السنن کا مقدمہ ''انھاء السکن'' کے نام سے تالیف فرمایا، یہ مقدمہ اصول حدیث کے نوادر اور نفائس پر مشتمل ہے، تمام کتبِ رجال اور کتبِ حدیث اور کتبِ اصولِ حدیث سے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ وہ نفائس جمع کر دیئے ہیں کہ عقل حیران ہے، بجائے خود ایک مستقل بے مثال کتاب ہے، حلب کے مایۂ ناز عالم ربانی اور دنیاء اسلام کے محقق فاضل اور ہمارے مخلص ومحترم کرم فرما الشیخ ابو غدہ عبد الفتاح کو حق تعالی جزاء خیر عطا فرمائے کہ جنھوں نے مصنف سے اجازت لیکر کتاب کا نام ''قواعد التحدیث'' [صحیح: قواعدفی علوم الحدیث] تجویز فرمایا اور اس پر قابل قدر تعلیقات واضافات ومقدمہ لکھ کر علم اور اہل علم پر احسان فرمایا اور نہایت آب وتاب کے ساتھ زیور طبع سے آراستہ کیا کہ جسے دیکھتے ہی دل سے دعاء نکلتی ہے کہ کتاب جس خدمت کی مستحق تھی الشیخ أبو غدہ أطال اللہ بقاءہ (رحمہ اللہ) نے اس خدمت کو خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ قیامت تک آنے والی نسلیں ان کی احسان مند رہیں گی. (۴۰ بڑے مسلمان ص۶۸۲)

حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری نور اللہ مرقدہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے تحریراً سوال کیا کہ مشکوۃ شریف کیلئے کونسی کتاب قابل اعتماد ہوگی؟ فرمایا: **التعلیق الصبیح**،

مظاہر حق، آثار السنن، اعلاء السنن........ الخ

ایک مدرسہ والوں نے سوال کیا کہ دورۂ حدیث سے پہلے حدیث میں مشکوۃ شریف کے علاوہ ایسی اور کیا کتاب رکھی جائے کہ جو حذف مکررات کے بعد صحاح ستہ کو حاوی ہو؟ جمع الفوائد کے بارے میں آپ کی کیا رائے؟ فرمایا مشکوۃ شریف خود صحاح ستہ کو تقریباً حاوی ہے، اسکے بعد جمع الفوائد وغیرہ کی ضرورت نہیں، البتہ اس سے قبل آثار السنن نیمویؒ کا پڑھنا از حد مفید ثابت ہوا ہے اور مشکوۃ کے ساتھ ساتھ اگر احیاء السنن اور اعلاء السنن کا مطالعہ کرادیا جائے تو سونے پر سہاگہ ہے. (دیکھئے ماہنامہ الخیر ص ۹ صفر ۱۴۳۴ھ جنوری ۲۰۱۳ء)

شمس العلماء حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حضرت مولانا عثمانیؒ کو حسن ظاہر اور حسن باطن سے نوازا تھا وہ علم وعمل کے سمندر اور متانت ووقار کے پہاڑ اور اسلاف کی یادگار تھے، ان کے علمی مقام کے لئے صرف ان کی ایک ہی کتاب اعلاء السنن جو اس صدی کا عظیم کارنامہ ہے پکی دلیل اور شاہد عدل ہے. (تذکرہ ص۴۹۰)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق حقانیؒ اکوڑہ خٹک پشاور فرماتے ہیں: حق تعالی نے حضرت مولانا عثمانیؒ کو حدیث رسول ﷺ کی خدمت جلیلہ سے نوازا تھا، پھر حضرت حکیم الامت جیسے مرشد وہادی کی رہنمائی اور سرپرستی میں علمی خدمات انجام دینے کا موقع عطا فرمایا اور اپنی ذہانت وتبحر علمی کی بدولت احادیث مبارکہ سے مذہب حنفی کی تائید وتقویت کا عظیم الشان کارنامہ اعلاء السنن جیسی تصنیف کی شکل میں انجام دیا جس پر حنفی دنیا بالخصوص اور تمام عالم دنیا بالعموم ہمیشہ فخر کرتی رہے گی. (تذکرہ ۴۹۰)

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ: فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا عثمانیؒ ایسے زبردست عالم دین اور شیخ کامل تھے جنکی رگ رگ میں دین بھرا ہوا تھا، اس زمانہ میں ان کی مثال مشکل ہی

سے ملے گی، دوسری بے شمار تصانیف کے علاوہ ان کی دو کتابیں ان کے علوم و معارف کے تعارف کیلئے زندہ دلیلیں ہیں، ایک احکام القرآن اول کی دو منزلیں، اور اعلاء السنن اٹھارہ جلدوں میں یہ تو ایسا زبردست شاہکار ہے کہ گزشتہ ہزار سال سے ایسی کتاب کی ضرورت تھی مگر اب تک وجود میں نہ آسکی. (تذکرہ ص ۴۹۰)

حضرت مولاناؒ کے چند ارشادات

فرمایا: ایک خیال یہ بھی ہے کہ مشکوۃ میں فصل رابع کا اضافہ کر کے ہر باب میں اعلاء السنن کے متن احادیث مؤیدہ حنفیہ فصل رابع میں بڑھا دی جائیں تا کہ مشکوۃ پڑھنے والوں کو ہر باب میں حنفیہ کے دلائل بھی ساتھ ساتھ معلوم ہوتے رہیں، احادیث متن کی شرح حضرات مدرسین کو اعلاء السنن سے معلوم ہو سکے گی. (۲۰ علماء حق ۲۳۸)

فرمایا: میرے کسی لفظ سے مولانا مودودی کے تبحر علمی پر استدلال نہیں ہوسکتا، وہ محض صحافی مولانا ہیں جیسے محمد علی جوہر اور مولانا ظفر علی خاں. (ایضا ۲۳۹)

فرمایا: اصلاح معاشرہ کیلئے میرے نزدیک جماعتِ تبلیغ میں شامل ہونا بہت مفید ہے، جس کا مرکز پاکستان میں رائے ونڈ ضلع لاہور ہے اور اسکی شاخیں کراچی، حیدرآباد وغیرہ تمام شہروں میں قائم ہیں. (علماء مظاہر علوم ۲/۱۶۰)

(مزید ارشادات کیلئے ۴۰ بڑے مسلمان کی طرف مراجعت کی جائے ۱/۶۶۵ و ۶۷۵ وغیرہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الترغیب والترھیب اور اس کے مصنف

نام ونسب: زکی الدین ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ ... . المنذری الشامی ثم المصری الشافعیؒ .

ولادت: ۱ر شعبان ۵۸۱ھ (۱۱۸۶ء) کو مصر یا شام میں ولادت ہوئی.

تحصیل علم: تحصیل علم کیلئے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس، دمشق، حران گئے، اسکندریہ وغیرہ کا سفر فرمایا.

آپ کے اساتذہ میں شیخ ابوعبداللہ ارتاحی ہیں جو آپ کے سب سے پہلے استاذ ہیں، أول ما سمعتُ من الحديث، دیگر اساتذہ یہ ہیں: ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد القرشی، عبدالمجیب ابن زہیر م۶۰۴ھ، محمد بن سعید المامولی، حافظ ابوالحسن علی بن الفضل المقدسی، مطہر بن ابی بکر البیہقی، ابوعبداللہ البناء م۶۱۲ھ، حسن بن محمد الامناء م۶۲۷ھ، محمد بن ھبۃ اللہ شیرازی م۶۳۴ھ، موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد ابن قدامہ حنبلی م۶۲۰ھ وغیرہم.

بعضوں سے صرف اجازت حاصل ہے، جیسے ابوالربیع سلیمان بن موسی المیری الکلاعی م۶۳۴ھ برہان الدین ابراہیم بن مظفر البرنی الموصلی م۶۱۲ھ .

آپ نے قرآن مجید پڑھنے کے بعد ادب، فقہ کو پڑھا اور فقہ میں بے مثال ہو گئے، لیکن فن حدیث میں رات دن مشغولیت کی وجہ سے محدثانہ شان کے مالک ہو گئے۔

آپ کے چند تلامذہ: حافظ شرف الدین دمیاطی (مصنف **المتجر الرابح** جو اسی الترغیب کی تلخیص ہے)، تقی الدین ابن دقیق العید، عز الدین بن عبد السلام السلمی، احمد بن ابراہیم القرشی القاہری، جلال الدین احمد بن عبد الرحمٰن الکندی، شمس الدین ابن خلکان، اسماعیل ابن نصر اللہ، عماد الدین الخرائدی وغیرہم۔

حافظ منذری کا عالی مقام اور ان کی چند صفات :

حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ان کے زمانہ میں ان سے بڑا حافظ حدیث اور کوئی نہیں تھا اور **الحافظ الکبیر الامام الثبت شیخ الاسلام** جیسے القاب سے یاد فرمایا ہے۔

نیز فرمایا: **کان ذا نسک و تزهد** یعنی عبادت گذار اور زاہد تھے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں **عنی بهذا الشان حتی فاق أهل زمانه فيه**، فن حدیث میں برابر منہمک رہے یہاں تک کہ اپنے زمانہ والوں سے آگے بڑھ گئے۔

علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں: **الحافظ الکبیر الورع الزاهد**، بڑے حافظ، پرہیزگار اور زاہد تھے، **تُرتجى الرحمة بذكره و يستنزل رضى الرحمن بدعائه ، كان رحمه الله قد أوتى بالمكيال الأوفى من الورع و التقوى**، یعنی ان کے تذکرہ سے اللہ کی رحمت کی امید کی جاتی ہے اور ان کے دعاء کے ذریعہ رحمٰن کی رضا کو حاصل کیا جاتا ہے اور آپ کو تقوی و پرہیزگاری سے بھرپور حصہ ملا تھا، نیز فرمایا: **أما ورعه فأشهر من أن يحكى .**

آپ کے شاگرد حافظ دمیاطیؒ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک بار وہ حمام سے نکلے، اس کی گرمی

کی شدت کی وجہ سے چل نہ سکے اور بے قابو ہو کر راستہ کے کنارے ایک دوکان کے قریب لیٹ گئے، دوکان بند تھی، میں نے کہا کہ آپ کو اس دوکان کے چبوترے پر بٹھا دیتا ہوں تو حافظ منذریؒ نے اس کمزوری کی حالت میں فرمایا: **بغیر اذن صاحبه كيف يكون ؟** آخر دوکان کے چبوترے پر بیٹھنے کیلئے راضی نہیں ہوئے۔

اللہ تعالی نے حافظ منذری کو ظاہری اشتغال بالحدیث کے ساتھ باطنی نور، معرفت خداوندی اور عشق نبوی سے بھی نوازا تھا، انھوں نے حدیثوں کے متعلق فیصلہ تو محدثین ہی کے بیان کردہ اصول کے تحت کیا لیکن اپنی نور بصیرت سے بھی کہیں کہیں کام لیا ہے، مثلاً **ازهد فی الدنیا یحبّک الله** ...الخ پر کلام کرتے ہوئے اسکے ایک راوی خالد بن عمرو القرشی الاموی کے متعلق لکھا ہے کہ یہ متروک اور متہم ہیں اور میں نے کوئی اس کی توثیق کرنے والا نہیں پایا، لہذا جن لوگوں نے اس حدیث کو حسن کہا ہے ان سے اختلاف کیا یعنی ضعیف قرار دیا، لیکن آخر میں فرماتے ہیں:

لكن على هذا الحديث لامعةٌ من أنوار النبوّة و لا يَمنع كون راويه ضعيفاً أن يكون النبى ﷺ قاله . پھر اس کی تائید میں ایک دوسری سند پیش کی (۱۵۶/۴ و ۱۵۷)۔

نیز **باب الترغيب فى الزهد فى الدنيا و الاكتفاء منها بالقليل** کے تحت ۱۶۷ روایات ذکر کی ہیں، اتنی روایتیں کسی اور باب میں نہیں ذکر کی ہوں گی، پھر آخر میں فرماتے ہیں :

ولو بسطنا الكلام على سيرة الخلف و زهدهم لكان من ذلک مجلدات لكنّه ليس من شرط كتابِنا وانما أَملينا هذه النبذة استطراداً تبرُّكاً بذكرِهم .(۱۹۹/۴)

الدار الکاملیہ میں تدریس کے زمانہ میں صاحبزادہ کا انتقال ہوا تو کاملیہ ہی میں نماز جنازہ پڑھا کر صرف دروازہ تک رخصت کرنے آئے اور یہ کہکر واپس ہو گئے اور آنسو جاری تھے: **أودعتُك يا ولدى الله .** اس علمی انہماک کی وجہ سے سوا جمعہ کے کسی اور کام کیلئے الدار الکاملیہ سے باہر نہیں

نکلتے تھے.

تصانیف: آپ کی تصانیف بھی بہت ہیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

مختصر صحیح مسلم ، مختصر سنن أبی داؤد ، حواشی سنن أبی داؤد ، عمل اليوم والليلة اور الترغيب والترهيب .

وفات: ۴/ذوالقعدہ ۶۵۶ھ میں وفات ہوئی اور مصر میں جبل مقطم کے دامن میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

(ماخوذ از مقدمہ الترغیب والترہیب ومقدمہ ترجمہ الترغیب والترہیب ازمولانا عبداللہ طارق دہلویؒ)

امام نوویؒ

(رياض الصالحين)

نام ونسب و لادت: **محی الدين ابو زكريا يحی بن شرف ...... النواوی الحِزامی الحَورانی الشافعیؒ**

دمشق کے اطراف میں حَوران جگہ کے ایک قصبہ نوی میں محرم ۶۳۱ھ کو ولادت ہوئی، اسی لئے آپ کو حورانی اور نووی یا نواوی کہتے ہیں (حوران و دمشق کے درمیان دو دن کی مسافت ہے)

تحصیل علوم: ابتداء اپنے گاؤں میں رہ کر قرآن پاک حفظ کیا، پھر ۶۴۹ھ میں دمشق آئے اور مدرسہ رواحیہ میں ساڑھے چار ماہ رہے اور اپنے شیخ اسحاق بن احمد مغربی وغیرہ سے درس لیا، پھر اپنے والد صاحب کے ساتھ حج کیا، ڈیڑھ ماہ مدینہ میں رہے، پھر واپس آکر دمشق میں پڑھنا شروع کیا اور خوب محنت کی حتی کہ بعض مرتبہ ایک دن میں بار بارہ (۱۲) اسباق پڑھتے تھے، راحت وآرام چھوڑ دیا، سیدھی سادی زندگی بسر کرتے، صرف ایک مرتبہ عشاء کے بعد کھانا کھاتے اور دو سال تک کبھی اپنی پشت کو زمین پر نہیں رکھا (نہیں لیٹے)، شادی نہیں کی.

اساتذہ: بہت سے علماء سے علم حاصل کیا، چند کے نام یہ ہیں:

رضی بن برہان، عبدالعزیز بن محمد انصاری، زین الدین بن عبدالدائم، عماد الدین بن عبد الکریم بن الحرستانی، زین الدین خالد بن یوسف، تقی الدین بن ابی الیسر، جمال الدین بن الصیرفی، شمس الدین بن ابی عمر وغیرہم .

تلامذہ: چند کے نام یہ ہیں:

خطیب صدرالدین سلیمان جعفری، شہاب الدین احمد بن جَعوان، شہاب الدین اِربدی، علاءالدین ابن اعطار اور ابن ابی الفتح وحافظ مزی (صاحب تہذیب الکمال) وغیرہم

حالات و خدمات : مجاہدے والی زندگی بسر کرتے، کثرت سے کتابیں لکھتے، عبادتیں بہت کرتے، روزہ بھی کثرت سے رکھتے، لباس سیدھا سادہ پہنتے، چھوٹا سا عمامہ باندھتے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بہت کرتے، بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی حق بات کہتے، کسی سے ڈرتے نہیں، بادشاہ ظاہر نے رعیت سے مال لینے کا فتوی پوچھا تو آپ نے صاف منع کر دیا جس پر بادشاہ ناراض ہوا اور دمشق سے نکل جانے کا حکم دیا، چنانچہ آپ دمشق سے نکل گئے، کچھ علماء نے سفارش کر کے واپس لانے کی اجازت بھی لے لی، لیکن آپ واپس نہ آئے اور فرمایا جبتک ظاہر بادشاہ دمشق میں موجود ہے میں وہاں قدم نہیں رکھوں گا، چنانچہ ایک مہینہ کے بعد بادشاہ مر گیا.

شیخ ابن فرح نے فرمایا کہ نووی نے تین درجات پائے: علم، زہد، امر بالمعروف ونھی عن المنکر.

آپکے والد فرماتے ہیں کہ بچہ جب سات سال کا تھا اور ہمارے پہلو میں سویا ہوا تھا، ۲۷ ویں رمضان کی شب کو بچہ بیدار ہو کر پوچھ رہا ہے ابّا! یہ کیسی روشنی ہے جو پورے گھر کو گھیرے ہوئے ہے؟ ہمیں تو کوئی روشنی نظر نہ آئی مگر ہم نے سمجھا کہ آج لیلۃ القدر ہے.

بچے جب ان کو کھیلنے کیلئے مجبور کرتے تو وہ رونے لگتے اور انکار کرتے، اور قرآن پڑھتے رہتے حتی کہ والد صاحب کے ساتھ دوکان میں کام کیلئے جاتے تو وہاں بھی قرآن پڑھتے رہتے، بالغ ہونے سے قبل ہی حافظ ہو گئے تھے.

ایک مرتبہ آپ کتاب تصنیف کر رہے تھے، اچانک چراغ بجھ گیا تو فوراً آپکی انگلی روشن ہو گئی.

آپ کے حالات اور کرامات معروف ومشہور ہیں، آپ نے دو مرتبہ حج کئے .

تصانیف : آپ کی تصانیف بھی بہت ہیں، چند مشہور کے نام یہ ہیں:

۱۔ شرح صحیح مسلم، اس کا اصل نام ہے : **المنهاج فی شرح صحيح مسلم بن الحجاج**، بہت معروف ومتداول ہے، صحیح مسلم کے ساتھ عموماً چھپتی ہے.

۲۔ رياض الصالحين **۳۔ الأذكار من كلام سيد الأبرار** ﷺ

٤۔٥ ۔ الأربعين فی الحديث وشرحه **٦۔ التقريب والتيسير فی سنن البشير والنذير**

۷۔ التبيان فی آداب حملة القرآن **۸ ۔ تهذيب الأسماء واللغات**

۹ ۔ شرح المهذب (فی الفقه الشافعی) **۱۰۔ المنهاج** (فی الفقه الشافعی)

وفات : بیت المقدس کی زیارت سے واپس آ کر بیمار ہو گئے اور والد صاحب کی حیات ہی میں ۲۴/ رجب ۶۷۶ھ میں اپنی جائے پیدائش یعنی نوی میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے آپ کی قبر معروف ہے، زیارت کی جاتی ہے. رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

(مقدمہ دلیل الفالحین ص ٦ ومقدمہ تدریب الراوی ص ۲۹ والعلماء العزاب لعبد الفتاح ابوغدہ ص ۱۴۶)

زاد الطالبین

مولانا عاشق الٰہی بُلند شہریؒ

مولانا عاشق الٰہی بن صوفی محمد صدیق، بستی ضلع بلند شہر ۱۳۴۳ھ میں پیدا ہوئے۔

پہلے اپنے وطن میں قرآن پاک حفظ کیا مولانا محمد صادق عرف مولوی ریل سے اور ابتدائی تعلیم بھی یہیں حاصل کی، پھر دو سال مرادآباد میں اور دو سال علیگڈھ میں پڑھا، پھر مظاہر علوم سہارنپور میں تین سال رہ کر تعلیم مکمل کی۔

اساتذہ: مولانا صادق سنبھلی، مولانا حیات سنبھلی، مولانا صدیق احمد کشمیری، مولانا اسعد اللہ رامپوری، مولانا عبدالشکور کاملپوری، مفتی سعید احمد اجراڑوی، مولانا عبداللطیف سہارنپوری، مولانا شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، آپکے خلیفہ بھی ہیں، اور مولانا منظور احمد سہارنپوری۔ رحمہم اللہ تعالی

تدریس: بٹالہ (پنجاب)، میوات، کلکتہ، مرادآباد، اور دارالعلوم کراچی وغیرہ میں پڑھایا اور مرکز نظام الدین دہلی میں بھی کئی سال قیام کیا اور وہیں کئی کتابیں بھی لکھیں۔

زادالطالبین اور اس کا حاشیہ مزادالراغبین، چھ باتیں (۶ صفات)، تحفہ خواتین، التسہیل الضروری (قدوری) وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔

آخر میں مدینہ منورہ میں قیام اختیار فرمالیا تھا، اور وہیں ۱۲ رمضان ۱۴۲۲ھ میں انتقال ہوا، جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

(تذکرۃ المصنفین ص ۳۰۲ نیز دیکھئے: یادگار اسلاف میرے والد ماجد از عبداللہ تسنیم)

جمال القرآن

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

حکیم الامت مولانا اشرف علی بن عبدالحق، تھانہ بھون ضلع مظفرنگر میں ۵؍ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو پیدا ہوئے، میرٹھ میں حافظ حسین علیؒ سے قرآن حفظ کیا پھر فارسی اپنے ماموں سے پڑھی اور ابتدائی عربی کتابیں مولانا فتح محمد سے، پھر دیوبند میں ۱۲۹۵ھ میں داخل ہوئے اور ۱۲۹۹ھ میں فراغت حاصل کی۔

اساتذہ میں مولانا یعقوب نانوتویؒ، شیخ الھند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، مولانا سید احمد دہلویؒ، مولانا محمد تھانوی ہیںؒ، حضرت گنگوہی اور مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے بھی استفادہ کیا، حاجی امداد اللہؒ کے خلیفہ تھے۔

۱۳۰۱ھ تا ۱۳۱۵ھ کانپور میں پڑھایا پھر تھانہ بھون گئے اور وہاں وفات تک ۴۷ سال دینی خدمات انجام دیں۔

وفات: ۱۶؍رجب ۱۳۶۲ھ حافظ ضامن شہید کے مزار کے قریب ہی تھانہ بھون میں مدفون ہیں۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند ۵۳/۲، تفصیل کیلئے دیکھئے اشرف السوانح وغیرہ)

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ

صاحب فتح الباری

نام احمد، کنیت ابوالفضل، لقب شہاب الدین اور عرف ابن حجر، احمد بن علی بن محمد بن علی بن احمد **العسقلانی المصری ثم القاھری الشافعیؒ** .

۲۳ رشعبان ۷۷۳ھ میں مصر میں پیدا ہوئے، آپ کے والد صاحب کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی، شیخ صناقبری کی دعا کی برکت سے اللہ تعالی نے یہ فرزند عطا کیا اور شیخ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تیری پشت سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو پوری دنیا کو علم کی دولت سے مالا مال کر دیگا، چار سال کی عمر میں رجب ۷۷۷ھ میں والد صاحب کا انتقال ہو گیا اور ماں کا پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا، یتیمی کی حالت میں تربیت پائی، پانچ برس کی عمر میں تعلیم شروع کی، نو برس کی عمر میں شیخ صدرالدین محمد بن سفطی سے قرآن پاک حفظ کر لیا، شیخ شہاب الدین احمد خیوطی سے تجوید پڑھی، اور حدیث میں عمدۃ الکلام لعبدالغنی المقدسی م ۶۶۵ھ اور فقہ میں الحاوی الصغیر لنجم الدین عبدالغفار لاقزوینی م ۶۶۵ھ، اصول فقہ میں مختصر ابن حاجب م ۶۴۶ھ اور اصول حدیث میں الفیہ للعراقی م ۸۰۶ھ اور نحو میں لمحۃ الاعراب لابی القاسم الحریری م ۵۱۶ھ وغیرہ کو یاد کیا، بارہ برس کی عمر میں قرآن تراویح میں سنانا شروع کیا، ان کے وصی و مربی زکی الدین ابوبکر خروبی کے ساتھ حج کیلئے گئے ایک سال وہاں رہ کر شیخ عفیف الدین عبداللہ نشاوریؒ سے جو شیخ رضی الدین طبری کے آخری شاگرد تھے بخاری کا سماع کیا اور دیگر مرویات کی اجازت بھی لی، اس کے بعد مختصرات علوم کو یاد کرنا شروع کیا اور ایک دوسرے وصی شیخ شمس الدین احمد بن قطان مصری کے درس میں حاضر ہوئے، پھر تاریخ اور رواۃ کے حالات سے شغف ہوا، ۷۹۲ھ میں فن ادب سے لگاؤ ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی مدح میں قصیدے لکھے، رمضان ۷۹۶ھ سے حافظ زین الدین عراقی کی صحبت میں دس سال گزارے، پھر اپنے استاد مسند

قاہرہ شیخ ابواسحاق تنوخی کی سند سے سو عشریات جمع کیں، پھر اسکندریہ کا سفر کر کے وہاں کے شیوخ سے مرویات کی اجازت لی مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، زبید، تغز، اور عدن وغیرہ کا سفر کر کے سماع حدیث کیا، یمن میں امام لغت مجدالدین فیروز آبادی وغیرہ سے استفادہ کر کے واپس قاہرہ آ گئے پھر شام کا سفر کیا اور غزہ، رملہ، قدس اور دمشق وغیرہ کے مشایخ سے استفادہ کیا، دمشق میں سو دن رہے اور ایک ہزار جز کا سماع کیا، جن میں معجم اوسط طبرانی، معرفۃ الصحابہ ابن مندہ، اور مسند ابی یعلی وغیرہ بھی شامل ہیں، واپس آ کر اپنے شیوخ کی حیات میں تعلیق التعلیق کو مکمل کیا اور شیخ سراج الدین بلقینی کی صحبت میں رہ کر ان سے بھی اجازت حاصل کی، حافظ زین الدین عراقی نے بھی اجازت دیدی تو اب تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے، ۸۰۸ھ میں شیخونیہ میں اربعین متباینہ کا املاء کرایا، پھر سو مجلسوں میں عشاریات الصحابہ کا املاء کرایا، پھر مدرسہ جمالیہ جدیدہ میں حدیث کا درس دینا شروع کیا اور املاء بھی کرایا، یہ سلسلہ ۸۱۴ھ میں منقطع ہو گیا پھر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے، ۲۷ رمحرم ۸۲۷ھ میں قاضی بنے ماہ صفر میں املاء کا سلسلہ شروع کیا. (فوائد جامعہ ص ۴۳۷)

چند اساتذہ: سراج الدین بلقینی، ابن الملقن، زین الدین العراقی، برہان الدین ابناسی، نورالدین ہیثمی، احمد بن محمد خلیلی، شمس الدین القلقشندی، بدرالدین بالسی، فاطمہ بنت المنجا تنوخیہ، فاطمہ بنت الھادی، اور ہادی بنت عبدالھادی، بدرالدین عینی حنفی، عزالدین بن جماعۃ، شہاب الدین احمد بن عبد اللہ بوصیری، مجدالدین فیروز آبادی صاحب قاموس وغیرہم تقریباً ۵ سو اساتذہ سے استفادہ کیا، رملہ، غزہ، یمن، نابلس، اسکندریہ، اور حرمین وغیرہ کا سفر کیا.

چند تلامذہ: محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی ۸۳۱ھ ۹۰۲ھ بہت خاص شاگرد ہیں اپنے شیخ کا تذکرہ "**الجواھر و الدرر فی ترجمۃ شیخ الاسلام ابن حجر**" کے نام سے تصنیف فرمائی، برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی ۸۰۹ھ ۸۸۵ھ، حافظ عمر بن فہد مکی ۸۱۲ھ ۸۷۱ھ، شیخ زکریا ابن محمد الانصاری ۸۲۶ھ ۹۲۶ھ یا ۹۲۵ھ سند کے مشہور راوی حدیث ہیں، ابن قاضی شھبہ م ۸۷۴ھ

اور ابن تغری بردی م ۸۷۴ھ وغیرہم.

تاثراتِ مشائخ : آپکے شیخ حافظ عراقی نے فرمایا: **أنه أعلم أصحابه بالحديث .**
(ذیل طبقات الحفاظ ۳۸۱)

ایک مرتبہ علامہ عراقی سے سوال ہوا کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا؟ تو فرمایا: **ابن حجر ثم ابنی أبو زرعه ثم الهيثمی .**

حافظ تقی الدین ابن فہد نے آپکے بارے میں لکھا : **امام ، علامة ، حافظ ، محقق ، متين الديانة ، حسن الأخلاق، لطيف المحاضرة، حسن التعبير، عديم النظير، لم تر العيون مثله ، ولا رأى هو مثل نفسه .**

صاحب المنهل الصافی فرماتے ہیں : **كان رحمه الله حافظ العصر حافظ المشرق و المغرب ، أمير المؤمنين فى الحديث ، انتهت اليه رياسة علم الحديث من أيام شبيبة بلا مدافعة .** (المنهل الصافی ۱/ ۱۰۴)

شیخ عبدالرؤف مناویؒ لکھتے ہیں : **شيخ الاسلام شهاب الدين أبو الفضل بن حجر، فريد زمانه ، حامل لواء السنة فى اوانه ، ذهبى عصره و نضاره و جوهره ، مرجع الناس فى التصنيف و التصحيح و أعظم الشهود والحكام فى التعديل و التجريح قضى له كل حاكم بارتقائه فى علم الحديث الى اعلى الدرج .** (اليواقيت والدرر)

حافظ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں: **شيخ الاسلام و امام الحفاظ فى زمانه وحافظ الديار المصرية بل حافظ الدنيا مطلقا قاضى القضاة شهاب الدين أبو الفضل أحمد ... الخ .... و ان يكن فاتنى حضور مجالسه و الفوز بسماع كلامه و الأخذ عنه فقد انتفعت فى الفن بتصانيفه و استفدت منها الكثير و قد غلق بعده الباب وختم به فى هذا الشان .** (ذیل طبقات الحفاظ ۳۸۰) (ص ۵۵۳)

قاضی محمد شوکانی م ۱۲۵۰ھ نے (**البدر الطالع ۱/۸۷**) میں فرمایا : **الحافظ الكبير الشهير الامام المنفرد بمعرفة الحديث وعلله فى الأزمنة المتأخرة .... أكثر جدا من المسموع و الشيوخ و سمع العالى و النازل و اجتمع له من ذلک ما لم يجتمع لغيره و أدرک من الشيوخ جماعة كل واحد رأس فى فنه الذى اشتهر.** (فوائد ۴۴۰)

فاضل تغری برمش فقیہ نے آپ سے پوچھا: **أرأيت مثل نفسک** ، تو فرمایا : **فلا تزكوا أنفسكم .**

آپنے آب زمزم اس نیت سے پیا کہ قوت حافظہ میں امام ذہبی کے برابر ہوجائیں ، چنانچہ حق تعالیٰ نے یہ مراد پوری کی۔

کمالات : سورۂ مریم ایک دن میں یاد کرلی تھی، حاوی صغیر کا پورا صفحہ دو دفعہ پڑھنے سے یاد ہوجاتا تھا، آپ پڑھنے اور لکھنے میں بہت تیز رفتار تھے، بخاری ظہر اور عصر کے درمیان کی دس مجلسوں میں ختم کی ،اور مسلم ڈھائی دن کی پانچ مجلسوں میں اور نسائی دس مجلسوں میں ختم کی .

شاید یہی وجہ ہے کہ حافظ کی کتابوں میں اوہام بہت ہیں اور خط بھی صاف اور خوبصورت نہ تھا، سبط ابن حجر نے **النجوم الزاهرة فى قضاة القاهره** میں اپنے جد کی مشہور تصنیف **رفع الاصر عن قضاة مصر** پر خوب تنقید کی ہے اور جابجا اسکی اغلاط کو واضح کیا ہے، بلکہ آپکے مشہور شاگرد برہان الدین بقاعی نے عنوان الزمان میں یہاں تک لکھ دیا: **أنه يغلَط و يُلح فى غلطه .** (ظفر المحصلین ص ۲۳۷)

حضرت مولانا محمد عبدالحلیم چشتی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اسماء رجال اور حفظ حدیث میں حافظ ابن حجرؒ کو نہایت بلند مقام حاصل ہے لیکن فقہ حدیث اور توجیہ حدیث میں ان کا کوئی خاص مقام نہیں، یہی وجہ ہے کہ فتح الباری جسکو شیخ موصوف نے ۲۵ سال کی مدت میں مکمل کیا اس میں فقہ حدیث پر اپنی طرف سے ایسا کلام نہیں کیا جیسا کہ خطابی اور نووی نے جگہ جگہ کیا، علامہ انورشاہ کشمیریؒ نے فرمایا : **ان ابن حجر ناقل محض قد طالع كتب الأحاديث لا سيما**

شروح البخاری عشرین سنة ثم لخّص من تلک الشروح شرحا مفصّلا ، قال السخاوی الذی کان عند حضرة درس:انا کنّا نبیّض المسودة التی کان یعطینی فی الأسبوع وھکذا و لذا یعِد فی بعض المقامات انا نفصله بعد ولکن لایوفی وعده وما الوجه الا أنه کان ناقلا ، وأما تصانیفه غیر ذلک فلیس بجید کتلخیص الحبیر .
(امالی کتاب صحیح مسلم ۱۳)

'' ابن حجر ناقل محض ہیں انھوں نے حدیث کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا خاص طور پر بخاری کی شرحوں کو بیس برس تک بنظر غائر دیکھا پھر ان شروح سے خلاصہ کر کے ایک مفصل شرح لکھی، علامہ سخاویؒ کا بیان ہے کہ ہم ان کے درس میں حاضر رہتے اور اس مسودہ کو صاف کرتے تھے جو وہ ہفتہ میں ہم کو دیتے تھے اور ایسا ہی دستور رہا، وہ بعض مقامات پر وعدہ کرتے ہیں 'ہم بعد میں اس کی تفصیل کریں گے' لیکن وہ وعدہ پورا نہیں کرتے، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ ناقل محض تھے، اس کے علاوہ ان کی تصانیف کچھ اچھی نہیں ہیں جیسے **تلخیص الحبیر** ''

واضح رہے کہ یہ عربی مولانا مناظر احسن گیلانی کی ہے، شیخ کی تقریر کو انھوں نے عربی الفاظ کا جامہ پہنایا ہے، یہی وہ تقریر ہے جس کی گم شدگی کا انھیں اخیر عمر تک افسوس رہا، امالی کا یہ مجموعہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے پاس مستعار تھا جو اب ان کے بھائی فضل احمد کے پاس ہے اور مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ کے توسط سے ہمیں اس کے دیکھنے کا موقعہ ملا، ہم نے اس کا پورا مطالعہ کیا ہے.

علامہ ابن حجرؒ نے ۸۲۷ھ میں عہدۂ قضا قبول تو کرلیا لیکن تمام عمر اس پر افسوس کرتے رہے، حافظ سخاویؒ لکھتے ہیں: موصوف کو عہدۂ قضاء قبول کرنے پر ندامت ہوئی، کیونکہ اربابِ اقتدار فضلاء اور غیر فضلاء میں فرق نہیں کرتے، اور میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ قضا کا ملنا بھی آفتوں میں سے ہے، کیونکہ بعض ارباب دولت نے میری ملاقات کیلئے سفر کیا اور انہیں یہ خبر ملی کہ میں منصب قضا سے وابستہ ہوگیا تو وہ لوٹ گئے. (الجواہر والدرر)

یہ تو حافظ ابن حجر کی وہ غلطی ہے جس پر انھیں تمام عمر افسوس رہا، لیکن ان سے اور بھی غلطی ہوئی ہے کہ انھوں نے تذکرہ نگاری میں معاصرین کے ساتھ انصاف نہیں کیا، اسکا شکوہ انکے تلمیذِ خاص حافظ شمس

الدین سخاویؒ نے الضوء اللامع میں جابجا کیا، اور انکے دوسرے شاگرد برہان الدین بقاعی کو بھی انکی اس حرکت کا قلق ہے کہ انھوں نے علماء کے ساتھ تذکرہ نگاری میں انصاف سے کام نہیں لیا، چنانچہ علامہ بقاعی اپنی مشہور تالیف **عنوان الزمان بتراجم الشیوخ والأعیان** میں لکھتے ہیں: **ان فیه من سیٔ الخصال أنه لا یعامل أحدا بما یستحق من الاکرام فی نفس الأمر.**

اسی وجہ سے حاجی خلیفہ جیسے منصف مزاج مورخ کو یہ لکھنا پڑا: **کان قلم ابن حجر سیئا فی مثالب الناس ولسانه حسنا ولیته عکس لیبقی الحسن .** (کشف ۱/۶۱۸)

ان دو چار باتوں کے سوا ان کی ذات جامع کمالات تھی، ان کی عملی خدمات سے عالم کو فیض پہنچا ہے.
(فوائد جامعہ ص ۴۴۱ و ۴۴۲)

تبدیلیِ مذہب کا قصہ: پہلے حافظ صاحب کو حنفی مذہب سے اس کے اصول وفروع کے مطابق ہونے کی وجہ سے اس درجہ عقیدت تھی کہ اپنے حنفی ہونے کی تمنا کیا کرتے تھے، لیکن ایک خواب کی وجہ سے یہ ساری عقیدت مخالفت میں تبدیل ہوگئی، وہ خود **المجمع المؤسس للمعجم المفہرس** میں لکھتے ہیں: میں نے ابن البرہان کو ان کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا تم تو مرچکے، کہنے لگے ہاں، میں نے دریافت کیا: حق تعالی کا تمہارے ساتھ کیا معاملہ رہا، اس پر ان کی حالت متغیر ہوگئی اور مجھے خیال ہوا کہ یہ چل بسے، بعد کو جب انہیں افاقہ ہوا تو کہنے لگے: اب تو ہم بخیریت ہیں مگر رسول اللہ ﷺ تم پر عتاب فرماتے ہیں، میں نے پوچھا کس لئے، کہنے لگے اسلئے کہ تم حنفیہ کے طرف مائل ہو، بیدار ہوا تو سخت متعجب تھا کیونکہ میں بہت سے حنفیہ سے یہ کہہ چکا تھا کہ **انی لأود لو کنت علی مذھبکم** اور جب انھوں نے دریافت کیا کہ یہ کیوں؟ تو میں نے ان سے کہا: **لکون الفروع مبنیة علی الأصول**، اب میں نے اپنے اس حرکت پر اللہ تعالی سے استغفار کیا .

ابن البرھان پہلے شافعی تھے پھر ظاہری بن گئے، پھر ابن تیمیہ کے معتقد ہوگئے، پھر بادشاہت کی کوشش میں لگے جس کی وجہ سے گرفتار کر کے قید کئے گئے، ۸۰۸ھ میں انتقال ہوا.

تعجب ہوتا ہے کہ حافظ صاحب نے ابن البرہان جیسے شخص کو خواب میں دیکھ لینے اور اسکے ایک بات کہہ دینے سے مسائل علمیہ میں قطعی فیصلہ کیسے کرلیا. (دیکھئے ظفر المحصلین ۲۴۵)

چند تصانیف: حافظ صاحب نے ۲۸۲ کتابیں تصنیف فرمائیں، چند مشہور کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ **تعلیق التعلیق** ۸۰۴ھ میں لکھی، یہ آپ کی سب سے پہلی تصنیف ہے

۲۔ فتح الباری اور اسکا مقدمہ ھدی الساری، مقدمہ ۸۱۳ھ میں اور فتح ۸۱۷ھ تا ۸۴۲ھ میں لکھا، فتح الباری کے اختتام پر خوشی میں پانچ سو اشرفیاں خرچ کر کے بڑے بڑے عہدے داروں اور علماء کی دعوت کی، جس میں مقدمہ کو پڑھا گیا اور شعراء نے اپنی نظمیں پڑھیں .

۳۔ **بلوغ المرام من أدلة الأحكام** ۴۔**لسان الميزان:** امام ذہبیؒ کی مشہور کتاب **میزان الاعتدال فی نقد الرجال** کی تلخیص کی ہے، صحاح ستہ کے رواۃ کو حذف کردیا ہے

۵۔ **الدراية فی منتخب تخريج أحاديث الهداية** (نصب الرایہ للزیلعی کی تلخیص)

۶۔ **تهذيب التهذيب**، یہ **الكمال فی معرفة الرجال لعبد الغنی** م ۶۶۰ھ اور ابوالحجاج المزی م ۷۴۲ھ کی **تهذيب الكمال فی اسماء الرجال** کی تلخیص ہے مع مزید

۷۔ تقریب التہذیب، تہذیب مذکور کی تلخیص ہے ۸۔ **الاصابة فی تمييز الصحابة**

۹۔۱۰۔ **نخبة الفكر فی مصطلح أهل الأثر** اور اس کی شرح نزھۃ النظر، اصول حدیث میں مختصر مگر جامع اور مقبول رسالہ ہے، نخبہ حالت سفر میں ۸۱۲ھ میں اور شرح ۸۱۸ھ میں لکھی.

(نخبۃ الفکر نام کے اندر اشارہ ہے کہ یہ اصول محدثین ومجتہدین کے افکار کا خلاصہ ہیں، گویا غیر معصوم کے افکار ہیں، لہذا یہ افکار بھی غیر معصوم ہیں ان میں اختلاف کی گنجائش ہے، مجتہدین ان اصولوں کے پابند نہیں بلکہ وہ ان اصولوں میں خود مجتہد ہے. (زبانی افادات حضرت علامہ خالد محمود رحمہ اللہ)

وفات: ذوالقعدہ ۸۵۲ھ میں پیچش کی شکایت ہوئی اور ایک مہینہ اس مرض مبتلا رہ کر شبِ

شنبہ ۲۸/ذوالحجہ کو وفات پائی.

(ماخوذ از ظفر المحصلین ۲۳۱ تا ۲۵۰ و فوائد جامعہ ۴۳۷ تا ۴۴۲)

حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ فرماتے ہیں:

جاننے والے جانتے ہیں کہ مشہور مورخ ابن خلدون نے لکھا کہ بخاری شریف کے حل کا حق امت ادا نہیں کرسکتی، حافظ ابن حجر عسقلانی کی طویل وعریض شرح بنام فتح الباری سامنے آئی تو انکے ممتاز شاگرد سخاوی نے اعلان کیا کہ بخاری کا حق از جانب امت ہمارے شیخ نے ادا کردیا، لاریب کہ ابن حجر کی حدیث میں دیدہ ریزی کے اعتراف کے باوصف فقہ میں وہ بلند وبالا رسائی نہیں رکھتے جو ان کے شایان شان تھی، مزید حنفیت کو زک پہنچانے کی جدوجہد میں بعض چیزیں اپنی منصب سے فروتر بھی کر گئے، تاہم انکے کارنامہ کا اعتراف نہ کرنا خود اپنی جہالت وسفاہت کا اعلان ہے. (مقدمہ ملفوظات حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ ص ۱۹)

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا: میری نظر میں بخاری کے رواۃ کی ایک سو سے زیادہ غلطیاں ہیں .... الحمد للہ میرا مطالعہ ونظر بہت سے شارحین سے زیادہ ہے اور حافظ ابن حجرؒ سے تتبع طرق واسانید میں تو کم لیکن معنی میں زیادہ ہی کلام کرسکتا ہوں.....

پس جن پر کلام کرنے کی ضرورت ہے ان سے زیادہ جانتا ہوں، معنی حدیث ان کا موضوع ہی نہیں ہے اس لئے ہر جگہ ان سے بڑھ جاؤں گا ....

حافظ نے بھی حوالوں وغیرہ میں بہت سی غلطیاں کی ہیں، انکو بعض اوقات قیود حدیث محفوظ نہ رہیں اور میں نے ان ہی قیود سے جوابدہی کی ہے. (ملفوظات ص ۱۲۱ و ۲۳۰)

فرمایا: کہ حافظ کی زیادتیوں پر ہمیشہ کلام کرنے کی عادت رہی لیکن امام بخاری کا ادب مانع رہا. (ایضا ص ۱۲۲)

حضرت الاستاذ المعظم شاہ صاحب قدس سرہ اس امر سے بہت دلگیر تھے کہ ائمہ حنفیہ اور محدثین

احناف کو گرانے کی سعی ہر زمانہ میں کی گئی اور مذہب حنفی کے خلاف ناروا حملے مسلسل ہوتے رہے.

اس سلسلہ میں درس بخاری کے وقت اکثر حافظ ابن حجر کے تعصب و بے انصافی کا شکوہ فرمایا کرتے تھے، امام بخاری کے بارے میں محتاط تھے لیکن آخری سالوں کے درس میں امام بخاری کی زیادتیوں پر بھی تنقید فرمائی اور فرمایا کہ اب ضعف کا وقت ہے، صبر کم ہو گیا اور ادب کا دامن چھوٹ گیا، مجھے کہنا پڑا کہ امام بخاریؒ نے اکابر حنفیہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور ان کی جرح غیر معتبر ہے، یہ بھی فرمایا کہ امام بخاری کو مذہب حنفی کی پوری واقفیت نہ تھی جس کی وجہ سے باب الحیل وغیرہ میں ائمہ احناف کی طرف مسائل کا انتساب غلط کیا ہے. (انوار الباری ۵/۲)

فرمایا: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا مستقل شیوہ ہے کہ وہ حنفیہ کے عیوب نکالتے ہیں اور مناقب چھپاتے ہیں اور شوافع کے ساتھ معاملہ برعکس کرتے ہیں، ایک جگہ حافظ نے ابن عبداللہ کی طرف اختیار رفع یدین کی نسبت کی حالانکہ وہ قول ابن عبدالحکم کا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل میں نے رفع یدین کے رسالہ میں کی ہے، اسی طرح اور جگہ بھی حافظ نے نقل میں غلطی کی ہے، یہ رجال حدیث کی غلطیاں ہیں.
(ملفوظات ۱۲۴)

فرمایا: کہ بخاری و مسلم میں تو غزوۂ خندق میں صرف ایک نماز کے فوت ہونے کا ذکر ہے مگر امام طحاویؒ نے معانی الآثار میں امام شافعیؒ سے روایت کیا کہ ظہر، عصر و مغرب تین نمازیں فوت ہوئیں تھیں، اور اس کی سند قوی ہے، اس پر فرمایا کہ حافظ ابن حجرؒ نے رجال میں حنفیہ کو بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے، حتی کہ امام طحاوی کے عیوب بھی نکالے ہیں، حالانکہ امام طحاوی جب تک مصر میں رہے کوئی محدث نہیں پہنچتا تھا جو ان سے حدیث کی اجازت نہ لیتا ہو اور وہ حدیث کے مسلم امام ہیں، امام طحاوی کا سوواں (۱۰۰) حصہ رکھنے والوں کی بھی حافظ نے تعریف کی ہے. (ملفوظات ۱۲۵)

حافظ عینی حافظ ابن حجر سے عمر میں بڑے تھے اور بعد تک زندہ رہے ہیں، حافظ نے حافظ عینی سے ایک حدیث صحیح مسلم کی اور دو حدیثیں مسند احمد کی سنی ہیں یعنی اجازت حاصل کی ہے.

ایک دفعہ فرمایا: حافظ کی عادت ہے کہ جہاں رجال پر بحث کرتے ہیں کہیں حنفیہ کی منقبت نکلتی ہو تو وہاں سے کترا جاتے ہیں، دسیوں بیسیوں جگہ پر یہی دیکھا، ایک روز فرمایا کہ ہمارے یہاں حافظ زیلعی سب سے زیادہ متیقظ ہیں حتی کہ حافظ ابن حجر سے بھی زیادہ ہیں مگر کاتبوں کی غلطیوں سے وہ بھی مجبور ہیں . (ایضا)

امام عبداللہ بن مبارک کو حافظ مزیؒ نے تہذیب الکمال میں امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں ذکر کیا ہے مگر تعجب ہے کہ حافظ نے تہذیب میں ان کو امام صاحب کے تلامذہ میں ذکر نہیں کیا، رجال کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ ایسا ایک دو جگہ نہیں بلکہ بڑی کثرت سے ملے گا کہ تہذیب الکمال میں بڑے بڑے محدثین وفقہاء امام صاحب یا ان کے اصحاب میں سے کسی کے تلمیذ تھے یا تلمیذ التلامیذ تھے مگر حافظ نے اس ذکر کو حذف کر دیا تا کہ حنفیوں کی تنویر شان نہ ہو، اسی وجہ سے شاہ صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ رجال حنفیہ کو جس قدر نقصان حافظ نے پہنچایا اور کسی نے نہیں پہنچایا، حافظ برابر اسی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی حنفی ہو تو اس کو گرادیں اور شافعی ہو تو اس کو ابھاریں، ہم اس کی مثالیں پیش کرتے رہیں گے. (انوار الباری ۲۲۱/۲)

حافظ ابن حجر جو کچھ اوپر سے لیتے ہیں وہ حنفیہ کے ساتھ پوری عصبیت برتتے ہیں، چنانچہ خود ان کے شاگرد حافظ سخاوی کو اپنی تعلیقات درر کامنہ میں متعدد جگہ اعتراف کرنا پڑا کہ حافظ ابن حجر جب بھی کسی حنفی عالم کا ذکر کرتے ہیں تو اس کو کم درجہ کا دکھانے پر مجبور ہیں.

اسی تعصب شدید کے باعث انھوں نے امام طحاوی کا ذکر نہ ان کے جلیل القدر شیوخ واساتذہ کے حالات میں کیا اور نہ ان کے اعلی درجہ کے تلامذہ واصحاب کے حالات میں کیا، البتہ جن لوگوں میں کوئی کلام تھا ان کے ضمن میں ان کا ذکر ضرور کیا تا کہ ان کے ساتھ امام طحاوی کی قدر و منزلت بھی کم ہو جائے، پھر اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ یہ ہے کہ جن ضعیف رواۃ سے اما طحاوی نے کسی وجہ سے معدودے چند احادیث لے لی ہیں تو حافظ نے اس کو بڑھا چڑھا کر کہا کہ امام طحاوی نے ان سے بہت زیادہ روایت کی

ہے، اور بہت سے اعلیٰ درجہ کے ثقہ رواۃ جن سے امام طحاوی نے بکثرت روایات لی ہیں ان کے حالات میں حافظ نے نہیں بتلایا کہ یہ امام طحاوی کے رواۃ میں ہیں.

اسی طرح تہذیب ولسان میں امام طحاوی کے اقوال جرح وتعدیل بھی صرف ضرورۃ کہیں کہیں لئے ہیں، حافظ ابن حجر کی اسی روش کے باعث حضرت شاہ صاحبؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس قدر نقصان رجال حنفیہ کو حافظ سے پہنچا ہے اور کسی سے نہیں پہنچا کیونکہ تہذیب الکمال مزی میں (جسکا خلاصہ تہذیب التہذیب للحافظ ہے) بکثرت ائمہ محدثین کے حالات میں ان کے شیوخ وتلامذہ میں حنفیہ تھے جن کا ذکر حافظ نے حذف کردیا ہے. (انوار ۲/۲۶۵)

امام طحاوی پر نقد کرنے والوں میں تیسرے نمبر پر حافظ ابن حجر ہیں، انہوں نے لسان المیزان میں ان کا ذکر متکلم فیہ قرار دیا پھر امام بیہقی کا قول مذکور نقل کیا جسکا جواب گزر چکا. (ایضا ص ۲۶۶)

اس کے بعد مسلمہ بن قاسم اندلسی کے ایک قول سے امام طحاوی کو متہم قرار دیا حالانکہ امام ذہبی نے میزان میں اس کو ضعیف کہا اور مشبہہ میں سے قرار دیا اور اسی مسلمہ نے امام بخاری پر الزام لگایا تھا کہ انہوں نے اپنے استاد علی بن مدینی کی کتاب العلل چرا کر نقل کرالی تھی پھر اس کی مدد سے جامع صحیح بخاری تالیف کی جس سے ان کی اتنی عظمت بڑھی، حافظ نے تہذیب میں اس اتہام کو ذکر کرکے کہا یہ واقعہ غلط ہے کیونکہ بے سند ہے، لیکن اسی شخص سے حافظ نے امام طحاوی پر تہمت نقل کی تو اس کو بے سند نہیں کہا نہ اس کی تغلیط کی. (۲/۲۶۷) نیز دیکھئے تنویر الحاوی ص ۲۳: امام طحاوی اور ابن حجر

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ علامہ سیوطیؒ بڑے محدث تھے بلکہ وہ تبحر میں حافظ سے زیادہ ہیں البتہ فن حافظ کے یہاں زیادہ ہے، میں علامہ سیوطی کے نماز عصر کے بارے میں اصرار اور علامہ آلوسی کی ترجیح روایت سیرت کے باعث متردد ہوگیا ہوں، یہ بھی فرمایا کہ حافظ سیوطی نے بیضاوی کی تخریج کی ہے جو مراجعت کے قابل ہے. (انوار الباری ۴/۲۶۳)

عن عبد الله بن مسلمه عن مالک عن يحی المذكور بلفظ الأعمال بالنية .

وذكر بعضهم أنه أخرجه مالک أيضا في المؤطأ، و تعقبه ابن حجر في فتح الباري بأنه وهم صدر من الاغترار بتخريج الشيخين له والنسائي من طريق مالک، وتعقب هذا التعقب السيوطي في شرح المؤطا بقوله :في رواية محمد بن الحسن عن مالک أحاديث يسيرة زائدة على سائر المؤطآت منها حديث انما الأعمال بالنية. الحديث، وبذلک يتبين قول من عزى روايته الى المؤطا ووهم من خطأه في ذلک . انتهى . (السعاية ١/ ١٤٣) و انظر اليواقيت الغالية ٣ / ٨٩

حضرت مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ کراچی تحریر فرماتے ہیں:

حافظ ابن حجرؒ مقدمہ فتح الباری میں امام بخاری کی جامع صحیح کے فضائل کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **قال الحاكم أبو أحمد : رحم الله محمد بن اسماعيل فانه الذي ألف الأصول و بيّن للناس وكل من عمل بعده فانما أخذه من كتابه كمسلم، فرّق أكثر كتابه في كتابه و تجلّد فيه حق الجلادة حيث لم ينسبه اليه .**

حافظ صاحب کو اس عبارت کے نقل کرنے پر بھی صبر نہیں آیا، بلکہ آگے لکھتے ہیں:

وقال أبو الحسن الدارقطني الحافظ : لو لا البخاري لما راح مسلم ولا جاء، وقال أيضا انما أخذ مسلم كتاب البخاري فعمل مستخرجا وزاد فيه أحاديث . (مقدمہ فتح الباری ۲/۴۹۱)

ہم اس بارے میں کچھ لکھنا نہیں چاہتے، جن اہل علم نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور اس فن کا ذوق رکھتے ہیں وہ خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ اس بارے میں انکے نزدیک ابواحمد اور دارقطنی کی رائے کا کیا وزن ہے.

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ تہذیب التہذیب میں امام بخاری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

قال مسلمة : وألّف علي بن المديني كتاب العلل وكان ضنينا به فغاب يوما في بعض

ضیاعه فجاء البخاری الی بعض بنیه و راغبه بالمال علی أن یری الکتاب یوما واحدا فأعطاه له فدفعه الی النساخ فکتبوه له و ردّه الیه ، فلما حضر علیٌّ تکلم بشیء فأجابه البخاری بنص کلامه مرارا ، ففهم القضیة و اغتمّ لذلک فلم یزل مغموما حتی مات بعد یسیر واستغنی البخاری عنه بذلک الکتاب وخرج الی خراسان و وضع کتابه الصحیح .

حافظ صاحب اس قصہ کے متعلق فرماتے ہیں :**وأما القصة التی حکاها فیما یتعلق بالعلل لابن المدینی فانها غنیة عن الرد لظهور فسادها .**

اسکے بعد حافظ صاحب نے تفصیل سے اس قصہ کے غلط ہونے کے وجوہ بیان کئے، افسوس ہے کہ امام بخاری کے متعلق تو حافظ صاحب کو اس قصہ کی خرابی فوراً ظاہر ہوگئی لیکن امام مسلم کے متعلق اسی قسم کی باتیں خود مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں. (ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۹۶)

حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ یہ دونوں بزرگ وہ ہیں جن کی سخت گیری علماء احناف کے خلاف نہایت ہی مشہور و معروف ہے جسکا انکے چہیتے اور اور مایۂ ناز شاگردوں تک کو اعتراف ہے، چنانچہ علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیۃ الکبری میں اپنے شیخ ذہبی کے متعلق اور علامہ سخاوی نے مبیضۂ درر کامنہ میں اپنے استاذ ابن حجر کے بارے میں اس کی صراحت کی ہے، اور اسی بنا پر قاضی القضاۃ ابوالفضل محبّ الدین محمد ابن الشحنہ اپنی شرح ہدایہ کے مقدمہ میں حافظ ابن حجرؒ کے متعلق رقمطراز ہیں:

وکان کثیر التبکیت فی تاریخه علی مشایخه وأحبابه وأصحابه لاسیما الحنفیة فانه یظهر من زلاتهم و نقائصهم التی لا تعری عنها غالب الناس ما یقدر علیه ویغفل ذکر محاسنهم و فضائلهم الا ما ألجأته الضرورة الیه ، فهو سالک فی حقهم ما سلکه الذهبی حتی قال السبکی : انه لا ینبغی أن یوخذ من کلامه ترجمة شافعی ولاحنفی وکذا لاینبغی أن یوخذ من کلام ابن حجر ترجمة حنفی متقدم ولامتأخر .

(تبصرہ بر المدخل للحاکم مولانا عبدالرشید نعمانیؒ ص ۱۳۱ و ۱۳۲)

ثم انّ الحافظ نقل روایة عن الواقدی و استدل منه لمذهبه الا أنه لم یسمه ، فقلت سبحان اللّٰه وهل یستدل بمثل الواقدی فی أحکام الفقه ؟ ولوفعله حنفی لبقی علیه عاره أبد الدهر. (فیض الباری ۲۱۲/۱ باب کتابة الحدیث)

علامہ کشمیریؒ نے آثار السنن پر جو حواشی لکھے ہیں ان میں سے فقط ابواب الوتر سے ابواب الجنائز تک تعقبات کی تعداد انیس (۱۹) ہے جن میں اکثر حافظ الدنیا حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی تحقیقات پر ہیں.
(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ص۹ اکتوبر ۲۰۱۷ء از مولوی محمد ذیشان)

امام عیسی بن ابان پر خلق قرآن کے عقیدہ کا الزام حافظ ابن حجر نے لگایا ہے، حافظ ابن حجر کے تعلق سے متعدد احناف کو شکایت رہی ہے کہ وہ احناف کے ترجمہ میں اس فیاضی اور دریا دلی کا مظاہرہ نہیں کرتے جو شوافع کے ساتھ کرتے ہیں. (دیکھئے دارالعلوم دیوبند ص۱۹ تا ۲۲)

مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ لکھتے ہیں: ابن حجر کو کوئی روایت نہ ملنا قابل تعجب نہیں، المعجم المفہرس میں لکھا ہے کہ فخر الدین کو کوئی نرینہ اولاد نہیں، حالانکہ طبقات کفوی، تاریخ یافعی، ابن خلکان میں محمد، محمود کا اور ان کی شادی ذکر موجود ہے. (ہدایہ اور صاحب ہدایہ ص۵۷)

ملاحظہ (۱)

ان باتوں کے نقل کرنے سے مقصد حافظ کی شخصیت کا انکار کرنا نہیں ہے، بلکہ انکے مقام اور انکی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے یہ بتانا ہے کہ حافظ صاحبؒ غلطیوں سے پاک نہیں ہیں، انکی باتوں کو نبی کی طرح ماننا یا انکے قول کو لیکر ائمہ مجتہدین پر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے. و اللّٰہ المستعان

ملاحظہ (۲)

حدیث کی تقسیم سداسی یا سباعی کے بارے میں نیز شرح نخبہ کے بعض ابحاث پر کچھ ملاحظات الگ سے لکھا ہے.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قدوری اور اس کے مصنفؒ

نام ونسب :أبو الحسين أحمد بن أبي بكر محمد بن أحمد بن جعفربن حَمدان .... البغدادی القدوری، کنیت ابوالحسین ہی صحیح ہے نہ کہ ابوالحسن .

قدوری نسبت کے بارے میں کئی اقوال ہیں:

۱۔ قدورہ بغداد میں ایک جگہ کا نام ہے اس کی طرف نسبت کر کے قدوری کہلاتے ہیں.

۲۔ قِدر (ہانڈی) کی طرف نسبت ہے ان کے یہاں ہانڈی بنانے یا فروخت کرنے کا کام ہوتا تھا. واللہ تعالیٰ اعلم

وطن وولادت : بغداد میں ۳۶۲ھ میں پیدا ہوئے.

تحصیل علوم : آپ نے علم فقہ اور حدیث رکن الاسلام ابوعبداللہ محمد بن یحیٰ جرجانی م ۳۹۸ھ سے حاصل کیا.

(الجرجانی عن أبی بكر الجصاص الرازی عن أبی الحسن عبيد الله الكرخی عن أبی سعيد البردعی عن موسى الرازی عن الامام محمد الشيبانیؒ)

محمد بن علی بن سوید اور عبیداللہ بن محمد الجوشنی سے بھی حدیث روایت کرتے ہیں.

آپ کے شاگردوں میں خطیب بغدادی (ابوبکر احمد بن علی) اور قاضی القضاۃ ابوعبداللہ محمد بن علی دامغانی اور قاضی مفضل بن مسعود تنوخی وغیرہ ہیں .

حالات وکمالات :آپ کے شاگرد خطیب بغدادی لکھتے ہیں: میں نے آپ سے

حدیث سنی ہے، سچے تھے، لیکن روایت کم کرتے تھے، اصحاب ابی حنیفہؒ کی ریاست آپ پر عراق میں ختم ہوگئی، تیز زبان تھے اور تلاوت بہت کثرت سے کرتے تھے.

سمعانی لکھتے ہیں: **كان فقيها صدوقا انتهت اليه رياست أصحاب أبی حنيفةؒ بالعراق ، عَزّ عندهم قَدرُه و ارتفع جاهُه، وكان حَسنَ العبارة فی النظر مُديماً لتلاوة القرآن .**

مخالفین سے مناظرے بھی کرتے تھے، جیسے ابوحامد اسرائنی شافعیؒ سے مناظرے کرتے مگر ساتھ ہی ان کا احترام واکرام بھی کرتے تھے.

عالی مقام :ابن کمال پاشا وغیرہ نے آپ کو پانچویں طبقہ یعنی اصحاب ترجیح میں شمار کیا، لیکن بہت علماء کو اس پر اعتراض ہے، صحیح یہ ہے کہ امام قدوری اور صاحب ہدایہ دونوں قاضی خاں سے کم نہیں، لہذا صحیح یہ ہے کہ امام قدوری کو طبقۂ ثالثہ مجتہد فی المسائل میں شمار کیا جائے اور صاحب ہدایہ کو چوتھے طبقہ یعنی اصحاب ترجیح میں ..... [1]

وفات : صحیح قول کے مطابق بروز اتوار ۵ یا ۱۵/رجب ۴۲۸ھ کو ۶۶ سال کی عمر میں بغداد ہی میں وفات ہوئی، اور درب ابی خلف میں مدفون ہوئے، اسکے بعد آپ کو شارع منصور کی طرف منتقل کر کے ابوبکر خوارزمی حنفی کے پہلو میں دفن کیا گیا، تاریخ وفات لامع النور ہے.

تصانیف : آپ کی تصانیف کی تعداد بھی بہت ہے، چند یہ ہیں :

۱۔ التجريد :احناف اور شوافع کے درمیان اختلافی مسائل پر مشتمل ۷ جلدوں میں مطبوع ہے. ۴۰۵ھ میں اس کا املاء کرانا شروع کیا تھا.

---

[1] مفتی عمیم الاحسان نے ادب المفتی ص ۵۶۹ میں قدوری کو چوتھے طبقہ میں شمار کیا ہے، (اس بحث کی تفصیل کیلئے دیکھئے سیرت امام ابویوسف اردو ص ۱۲۴ تا ۱۳۳ اور تذکرہ صاحب ہدایہ ص ۳۱ از شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن اعظمی مدظلہ)

۲۔ **التقريب الأول** : امام ابوحنیفہؒ اور انکے اصحاب کے درمیان اختلافی مسائل بلا دلیل.

۳۔ **التقريب الثاني** : مذکورہ کتاب میں صرف مسائل ہیں، اِس کتاب میں وہی مسائل دلائل کے ساتھ ہیں.

۴۔۵۔ **شرح مختصر الكرخي ، شرح أدب القاضي.**

۶۔ **المختصر (الكتاب)** :اس میں ۶۱ کتب، ۱۶۲ابواب، تقریباً ۱۲ہزار مسائل ہیں، طاش کبری زادہ نے لکھا ہے کہ علماء نے اس سے برکت حاصل کی ہے، مصائب اور طاعون میں اس کو آزمایا ہے، مصباح انوار الادعیہ کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ جو شخص اس کو حفظ کرلے وہ فقر وفاقہ سے مامون رہے گا، نیز جو شخص اس کو کسی صالح استاد سے پڑھے اور وہ ختم کے وقت برکت کی دعا کرے تو وہ ان شاء اللہ اس کے مسائل کے شمار کے موافق دراہم کا مالک ہوگا.

صاحب الجواہر المضیئۃ کے بھائی محمد بن محمد بن محمد بن نصر اللہ القرشی م ۷۲۲ھ اسکے حافظ تھے.

علامہ بدرالدین عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ امام قدوریؒ اپنی مختصر کی تالیف سے فارغ ہوکر اسکو اپنے ہمراہ سفر حج میں لے گئے اور طواف سے فارغ ہوکر حق تعالی سے دعا کی کہ اے اللہ! اگر اس میں کہیں غلطی یا بھول چوک ہوگئی ہو تو مجھے اس پر مطلع فرمادے، اسکے بعد اس کو اول سے آخر تک ایک ایک ورق کھول کر دیکھا تو پانچ یا چھ جگہ مضمون محو تھا. **فهذا يعدُّ من كرامته .**

بعض علماء کا کہنا ہے کہ امام قدوریؒ کی کوشش رہتی ہے کہ مسئلہ بیان کرتے وقت حتی الامکان

ا؎ **لما فرغ من تصنيف مختصره المنسوب اليه حج وأخذ المختصر معه، و لما فرغ من طوافه سأل الله سبحانه أن يوقفه على خطأ فيه وسهو منه عن قلم ، ثم انه فتح المختصر و تصفّحه ورقة ورقة الى آخره ، فوجد فيه خمسة مواضع أو ستة مواضع ممحوة وهذا يُعدّ من كرامته .** (البنايه ٤ / ٣٣٧ باب الاحرام و أركان الحج) ، **لما صنف هذا الكتاب حمله مع نفسه الى بيت الله الحرام وعلّقه مع أستاره و سأل الله أن يبارک له فيه فاستجيب له و جعله مباركا لذلک .** (کامل عویضه علی القدوری ص ۷)

قرآن وحدیث ہی کے الفاظ استعمال کریں، ظاہر ہے کہ یہ بات برکات سے خالی نہیں.

یہ کتاب المختصر سے مشہور ہے، اس کو الکتاب بھی کہتے ہیں، اس کتاب کی شہرت کیلئے یہی بات کافی ہے کہ جب فقہ حنفی میں الکتاب کا لفظ مطلقاً بولا جاتا ہے تو اس سے یہی کتاب مراد ہوتی ہے، ۳۰ سے زائد شروع وحواشی اس پر لکھے گئے اور اب تک سلسلہ جاری ہے.

چند مشہور شروح :

۱۔ **الجوهرة النيّرة**: ابوبکر بن علی الحداد م ۸۰۰ھ ، ۲ جلدوں میں مفصل شرح مطبوع ہے.

۲۔ **جامع المضمرات** : یوسف بن عمر الصوفی الکادوری

۳۔ **تصحيح القدورى** : علامہ زین الدین بن قاسم بن قطلو بغا م ۸۷۹ھ

۴۔ **اللُّباب فى شرح الكتاب** : **عبد الغنى الغنَيمى الميدانى**ؒ م ۱۲۹۸ھ

۵۔ **التوضيح الضرورى** :حاشیہ مولانا اعزاز علی دیوبندی م ۱۳۷۴ھ

۶۔ **المعتصر الضرروری** حاشیہ مختصر القدوری : مولانا محمد سلیمان الھندیؒ ؟

۷۔ حاشیہ ومقدمہ : مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ

۸۔ **التسهيل الضرورى** : (سوال جواب) مولانا عاشق الٰہی بلندشہریؒ ۱۴۲۲ھ

۹۔ **الصبح النورى** : مولانا محمد حنیف گنگوہیؒ ۱۴۳۳ھ (اردو)

۱۰۔ **الشرح الثميرى** : مولانا ثمیر الدین قاسمی مدظلہ (برطانیہ)

(الفوائد البھیہ ص ۳۰ و ۳۱ ومقدمہ اللباب ص ۲۵ تا ۲۷ ومبادیات فقہ ۱۰۳ مفتی اسماعیل کچھولوی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الوقایہ اور شرح الوقایہ

نام و نسب: شارح وقایہ کا نام عبید اللہ اور لقب صدر الشریعہ الاصغر یا الثانی ہے، اور والد صاحب کا نام مسعود ہے اور داد کا نام محمود اور لقب تاج الشریعہ ہے، اور پردادا کا نام احمد اور لقب صدر الشریعہ الاکبر یا الاول ہے، اور احمد کے والد کا نام عبید اللہ اور لقب جمال الدین اور کنیت ابو المکارم ہے، اور ابو المکارم کے والد کا نام ابراہیم ہے [۱]

پورا نسب نامہ اس طرح ہے: صدر الشریعہ الاصغر عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ الاکبر احمد بن جمال الدین ابی المکارم عبید اللہ بن ابراہیم بن احمد بن عبد الملک بن عمیر بن عبد العزیز بن محمد بن جعفر بن خلف بن ہارون بن محمد بن محمد بن محبوب بن الولید بن عبادہ الصامت رضی اللہ عنہ العُبادی المحبوبی الانصاری ....

درس و تدریس: آپ نے اپنے دادا تاج الشریعہ سے علم حاصل کیا، مولانا عبد الحئی لکھنوی رحمہ اللہ نے پوری سند بھی ذکر کر دی ہے، آپ کے دادا ہی نے آپ کیلئے ہدایہ کی تلخیص کی تھی تاکہ اس کو حفظ کرنا آسان ہو، اسکا نام رکھا" **وقایة الروایة فی مسائل الروایة** "جیسا کہ کتاب کے شروع میں شارح نے ذکر کیا ہے.

آپکے تلامذہ میں حافظ ابو طاہر محمد بن حسن طاہری رحمہ اللہ، محمد بن محمد بخاری مشہور بخواجہ پارسا وغیرہ ہیں.

آپ اپنے وقت کے امام، جامع معقولات ومنقولات، فقیہ اور ہر فن میں ماہر تھے، مشکلاتِ علوم و

---

[۱] آپ کے نسب وغیرہ کے بارے میں کچھ اختلافات بھی ہیں جو زیادہ راجح معلوم ہوا اس کو یہاں نقل کر دیا گیا، مزید تفصیل کیلئے دیکھئے مقدمہ عمدۃ الرعایہ از مولانا عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ اور ظفر المحصلین ص ۲۷۰ از مولانا محمد حنیف گنگوہی رحمہ اللہ

مسائل میں ماہر تھے، علامہ قطب الدین رازی شارح شمسیہ آپ کے ہم عصر تھے، انھوں نے آپ سے بحث کرنے کا ارادہ کیا، پہلے اپنے غلام اور تلمیذ خاص مولوی مبارک شاہ کو انکے درس میں بھیجا، اس وقت آپ ہراۃ میں مقیم تھے اور قطب الدین رازی رئے میں، مبارک شاہ نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ صدر الشریعہ ابن سینا کی کتاب الارشادات اس طرح پڑھا رہے ہیں کہ نہ مصنف کی اتباع کر رہے ہیں نہ شارح محقق طوسی وغیرہ کی، مبارک شاہ نے یہ کیفیت دیکھ کر رازی کو لکھا کہ یہ شخص تو آگ کا شعلہ ہے، آپ اس کے مقابلہ کے لئے ہرگز نہ آئیں ورنہ شرمندگی ہوگی، چنانچہ رازی نے ارادہ بدل دیا.

تصانیف: آپنے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں اور اکثر مقبول و مفید ثابت ہوئیں، چند مشہور یہ ہیں :

(۱)۔ الوقایة کی شرح (۲)۔ اور اس کا اختصار، جس کا نام ہے **مختصر الوقایة** اور اسی کو النقایہ اور عمدہ بھی کہتے ہیں (جس کی شرح ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھی ہے: **شرح النقایه**)، (۳-۴)۔ **التنقیح** اور اس کی شرح **التوضیح** (اصول فقہ میں مشہور کتاب ہے جس کی شرح تفتازانی نے لکھی: **التلویح**)، (۴)۔ **المقدمات الأربعة**، (۶)۔ تعدیل العلوم، (۷)۔ کتاب المحاضرہ، (۸)۔ شرح فصول (۹)۔ الخمیس (نحو میں)، (۱۰)۔ وشاح (معانی میں)

وفات: سن وفات میں اختلاف ہے، ۶۸۰ھ، ۷۴۹ھ، ۷۴۷ھ یہی صحیح قول ہے .

آپ اور آپ کے والدین وغیرہ کا مزار شارع آباد بخاری میں ہے اور دادا، نانا کا کرمان میں.

(از مقدمہ عمدۃ الرعایۃ ص ۱۸ وظفر المحصلین ص ۲۷۰)

علم الفرائض

و سراجی کے مصنف

۱۔ **تعریف** : فرائض فریضۃ کی جمع ہے جوفرض سے مشتق ہے،لُغت میں اس کے چند معانی ہیں :

۱۔ وجوب ۲۔حصہ ۳۔مقدار ۴۔قطع کرنا ۵۔مقرر کرنا ۶۔اندازہ کرنا، علم فرائض میں یہ سارے معانی پائے جاتے ہیں اس وجہ سے اس کوفرائض کہتے ہیں۔

۲۔ **وجوہ تسمیہ** : اسی سے وجوہ تسمیہ بھی معلوم ہوگئے ۔

اصطلاحی تعریف: علم فقہ اور حساب کے ان قواعد کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ سے ترکہ میت کو ورثہ کے درمیان تقسیم کرنے کا طریقہ معلوم ہو اور ورثہ کے حقوق اور انکے درجات معلوم ہوں ، **قال فی الکشف : ھو علم بقواعدَ وجزئیاتٍ تُعرف بھا کیفیۃُ صرف الترِکۃ الی الوارث بعد معرفتہ .** (کشف الظنون ۲/۱۲۴۴)

نسبت کیلئے فرضی، فرّاض، فَریض اور فارض کہتے ہیں. (شامی ۶/۷۵۷ ومصباح اللغات)

۳۔ **موضوع** : میت کا ترکہ اور اس کے وارثین (مستحقین) .

۴۔ **غرض و غایت** : مستحقین کو ان کے حقوق کے مطابق ترکہ تقسیم کرنے کا علم حاصل کرنا .

۵۔ **حکم** : فرضِ کفایہ ہے اور اشرف العلوم ہے. (حاشیہ سراجی، درس سراجی، تذکرہ)

ارکان : تین ہیں: وارث ، مورِث (میت) ، حق موروث (ترکہ)

شرائط : بھی تین ہیں : مورِث کی موت حقیقۃ یا حکماً (مثلاً مفقود ہونا) یا تقدیراً (جیسے جنین)، وارث کی حیات حقیقی یا حکمی (جیسے حمل)، وراثت کے اسباب کا علم .

۶۔ **نسبت** : **أنہ أخص من الفقۃ و الحساب و مبائن لغیرھما.**

۷۔ **استمداد** : کتاب وسنت اور اجماع، **ولا مدخل ھھنا للقیاس .**

۸۔ **تدوین** : چونکہ علم فرائض علم فقہ کے اس خاص شعبہ کا نام ہے جو میت کے ترکہ کی تقسیم سے متعلق ہے اسلئے ظاہر یہی ہے کہ اسکی تدوین کا زمانہ بھی وہی ہوگا جو عام فقہ کی تدوین کا ہے، چنانچہ سعید ابن جبیر کوفی (م ۹۵ھ)، عبیدہ بن عمرو سلمانی مرادی کوفی مخضرم (م قبل ۷۰ھ)، امام شعبی عامر بن شراحیل (م بعد ۱۰۰ھ)، فقہاء سبعہ [۱] قبیصہ بن ذویب المدنی (م بعد ۸۰ھ) اور ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان (م ۱۳۰ھ) وغیرہ کا سراغ ملتا ہے .

اور امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں فرائض ابن ابی لیلی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی انصاری کوفی (م ۱۴۸ھ) اور فرائض عبداللہ بن شبرمہ کوفی م ۱۴۴ھ) کا ذکر ملتا ہے .

مالکیہ وشافعیہ میں کتاب ابوثور (ابراہیم بن خالد م ۲۴۶ھ یا ۲۴۰ھ) وکتاب الکرابیسی (الحسین بن علی المھلبی الشافعی م ۲۴۸ھ) کا ذکر ملتا ہے، وکتاب رواہ الربیع بن سلیمان المرادی (م ۲۷۰ھ) عن الشافعیؒ، ان میں بسیط ترین کتاب ابوالعباس احمد بن عمر بن سریج شافعیؒ (م ۳۰۶ھ) کی ہے اور اس سے بھی ابسط محمد بن نصر مروزی م ۲۹۴ھ کی ہے، ملا کاتب چلپی م ۱۰۶۷ھ فرماتے ہیں: **ما صنف فیھا أتقن و أحکم منہ ، یزید علی خمسین جزءا** (کشف)، خود فرماتے ہیں: **کتابنا فی الفرائض یزید علی ألف ورقۃ** ،علامہ ابن السبکی فرماتے ہیں: **ھو کتاب جلیل القدر لامزید علی حسنہ.**

مگر عام طور سے عہد اول کی کتب میں ان کے احکام ومسائل دوسرے ابواب فقہیہ سے الگ نہ تھے، پھر رفتہ رفتہ ان کی فروعات بڑھتی گئیں اور کثرت مباحث کی وجہ سے اسکی ایک امتیازی شان پیدا ہوگئی تو فقہاء نے تفصیلِ جزئیات کے واسطے فرائض میں علیحدہ علیحدہ کتابیں لکھیں۔

---

[۱] فقہاء سبعہ : سعید بن المسیب ، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد بن ابی بکر، خارجہ بن زید بن ثابت، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، سلیمان بن یسار، اور ساتویں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف یا سالم بن عبداللہ بن عمر یا ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ھشام . (دیکھئے الجواھر المضیہ ۲/۴۲۱ و قواعد فی علوم الحدیث ۱۳۳)

چنانچہ ابن اللبان محمد بن عبداللہ مصری م ۴۰۲ھ اور ابن عبدالبر یوسف قرطبی اندلسی مالکی م ۴۶۳ھ نے الفرائض، اور اسحاق بن یوسف فرضی یمنی م ۵۵۰ھ نے الکافی، اور محمود بن عمر جاراللہ زمخشری حنفی م ۵۳۸ھ نے الرائض فی الفرائض، اور ابوالقاسم احمد شبیلی م ۵۸۰ھ نے الفرائض، ابوالرشید مبشر بن علی ابن احمد الحاسب الرازی م ۵۸۹ھ نے الفرائض، ابوالرجاء مختار بن محمود حنفی م ۶۵۸ھ الفرائض اور ابو غانم محمد بن عمر بن احمد بن العدیم حلبی م ۶۹۹ھ نے الرائض فی الفرائض اور دیگر علماء نے اور کتابیں لکھیں ... .الخ . (تفصیل کیلئے دیکھئے کشف الظنون ۱۲۴۵/۲ وتذکرۃ الفنون ص ۹۵ از مولانا محمد حنیف گنگوہیؒ)

۹۔ اسماء : علم الفرائض ،علم المیراث .

۱۰ ۔ فضیلت : ۱۔ عن أبی هريرة رضی الله عنه : **قال قال النبی ﷺ : تعلموا الفرائضَ وعـلـموه الناس فانها نصف العلم و أنه ينسى و هو أول ما ينزع من أمتي .** (ابن ماجه ص ۱۹۵ ، الحاكم ۳۳۲/۴ و ضعفه الذهبی ، وقال محمد بن محمد السبط المارديني م۹۰۷ھ : رواه ابن ماجه بسند حسن (شرح الرحبية ص۲٤)

۲ ـ **عن ابن مسعود** رضی الله عنه **قال قال النبی ﷺ : تعـلّموا العلم و علّموه الناس، تعلموا الفـرائـض و عـلـموه الناس فانی امرء مقبوض و العلم سيقبض و يظهر الفتن حتى يختلف اثـنـان فی فريضة لا يجدان احدا يفصل بينهما .** (مشكوة ۳۸ عن الدارمی و الدارقطنی ، والحاكم و صححه ۳۳۳/٤ و وافقه الذهبی ، و قال السبط المارديني : صححه الحاكم وغيره وحسنه المتأخرون . (شرح الرحبية ص ۲٤)

۳ ـ **عـن عبـد الله بن عمرو** رضی الله عنهما **قـال قـال رسـول الله ﷺ : العلم ثلثة : آية محكمة أوسنة قائمة أوفريضة عادلة وما كان سوى ذلک فهو فضل .**

(مشكوة ۳۵ ، أبو داود ۳۹۹/۲ ، ابن ماجه ٦ والحاكم ۳۳۲/٤ وضعفه الذهبی)

موقوفات :

٤ ـ **عـن عـمر بن الخطاب** رضـی الـلّـه عنه **قـال : تـعـلـمـوا الفرائض فانها من دينكم .** **(الدارمی ۲٤۷/۲ ح ۲۸٥٤)**

وعنه قال : تعلموا الفرائض و اللحن و السنن كما تعلمون القرآن . (ايضا ح ۲۸٥۳)

٥ ـ **و عن عبد الله بن مسعود** رضی اللہ عنہ **قال : تعلموا الفرائض و الطلاق و الحج فانه من دينكم .** (ايضا ح ۲۸٥۹)

٦ ـ **قـال أبو موسى الأشعرى** رضی الله عنه : **مـن عـلـم القرآن و لم يعلم الفرائض فان مثله مثل الرأس لا وجه له أو ليس له وجه .** (أيضا ح ۲۸٥۷)

۷ ـ **عـن الـحسـنؒ : قال : كانوا يرغبون فی تعليم القرآن و الفرائض و المناسک .** **(ايضا ح۲۸٦۰)**

میراث کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے جابجا مستحقین کے حقوق کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا بلکہ سورۂ نساء کا دوسرا رکوع پورا اسی کے بارے میں ہے اور مخالفین کے بارے میں فرمایا: **يـدخـله نارا خالدا فيها وله عذاب مهين** (نساء : ١٤)

چنانچہ علم فرائض علم فقہ کا ضروری جزء بن کر تمام کتب فقہ میں داخل ہوگیا، اور اس کے علاوہ گیارہویں صدی تک تقریبا ۷۰ مستقل کتابیں اس فن میں لکھی گئیں جن میں چالیس (۴۰) کے قریب اصل کتابیں اور چوبیس (۲۴) شروح اور ۵۔۶ حواشی ہیں. (شامی ۷۵۸/۶، تنویر الحواشی ص ۱۳۰، مفید الوارثین ص ۸)

یہ تقریباً سو سال پہلے کی بات ہے، اب تو ان شروح کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے اور بڑھتی رہتی ہے.

تاریخ میراث ؎

زمانۂ جاہلیت میں صرف ان جوان لوگوں کو میراث ملتی تھی جو میدان جہاد میں حصہ لے سکیں، عورتوں اور کمزوروں کو باوجود قریبی رشتہ داری کے کچھ نہیں دیا جاتا تھا۔

مردوں کو جو حصہ ملتا تھا وہ تین تعلقات کی وجہ سے ہوتا تھا:

۱۔ نسب (میت کے اولاد و آباء واجداد)

۲۔ معاہدہ: دو آدمیوں کا آپس میں معاہدہ کر لینا کہ ہم دونوں راحت و آرام، موت و حیات میں شریک رہیں گے، ایک پر کسی قسم کا تاوان لازم ہوگا تو دوسرا ادا کرے گا اور ان میں سے ایک اگر مر جائے تو زندہ مرنے والے کا وارث بنے گا۔

یقول أحدهما للآخر: دمی دمک، و هدمی هدمک، و تَرِثنی و أرثک و تُطلب بی و أطلب بک، فاذا قبِل الآخر ذلک تمّ العقد.

اگر آپس میں کوئی مقدار متعین کرتے تو اس مقدار کے وارث بنتے ورنہ چھٹے حصہ کے وارث بنتے۔

۳۔ متبنی: باپ بیٹے ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے، ابتداء اسلام میں بھی اسی طرح تھا بلکہ متبنی نسبی اولاد سے بھی زیادہ اہم سمجھا جاتا تھا، چنانچہ اگر متبنی بالغ ہو اور نسبی غیر بالغ تو نابالغ محروم ہو جاتا تھا متبنی کی وجہ سے، لیکن متبنی کسی حالت میں محروم نہ ہوتا تھا۔ (مقدمہ شرح سراجی للسید شریف جرجانی ص ۲۰)

پھر اسلام میں دو چیزیں اور بڑھا دی گئیں: ۱۔ **مواخاۃ بین المهاجرین و الانصار**۔

۲۔ **وصیت للأقرباء: کتب علیکم اذا حضر أحدکم الموت ان ترک خیراً الوصیة**۔ (البقرہ: ۱۸۰)

؎ یہ ساری بحثیں تنویر الحواشی ۱۳۲ تا ۱۳۴ سے اور سید شریف جرجانی کی شرح سراجی کے شروع میں مقدمہ ہے سے مأخوذ ہے جس کو مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز نے شائع کیا ہے، مقدمہ لکھنے والے کا نام مذکور نہیں۔

اسلام میں تدریجی احکامِ میراث

اسلام میں میراث کے احکام تدریجاً نازل ہوئے، شروع اسلام میں زمانۂ جاہلیت کی رسم متبنی کی اور معاہدہ کی باقی رکھی گئی، پھر ہجرت کے بعد مواخاۃ بین المهاجرین والانصار کا اضافہ کیا گیا، لیکن ہجرت کے چند دنوں کے بعد تبنی کی رسم کو ختم کر دیا گیا، باری تعالی کا ارشاد ہے: **وما جعل أدعیاء کم أبناء کم** (الأحزاب: ٤)، پھر فتح مکہ کے بعد جب ہجرت کی فرضیت منسوخ ہوگئی تو مواخاۃ کا حکم بھی منسوخ ہوگیا، چنانچہ فرمایا: **وأولوا الأرحام بعضهم أولی ببعض فی کتاب الله** (الأنفال: ٧٥)، نسب کے سوا سب اسباب منسوخ ہوگئے، البتہ معاہدے کی بعض صورتیں عند الاحناف باقی ہیں لیکن ترتیب میں مؤخر کر دیا گیا وتفصیلہ فی کتب المیراث۔ دیکھئے سراجی کا مقدمہ ص ۵

سب سے پہلے اسلام نے عورتوں کا حق ثابت کیا، پہلے عورتوں کو میراث دینے کا حکم نازل ہوا بلا تعیین مقدار کے، چاہے تھوڑا مال ہو یا زیادہ، پھر عورتوں اور دیگر رشتہ داروں کے حصوں کی تفصیل سورۂ نساء کے دوسرے رکوع میں نازل ہوئی۔

’’حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، ایک زوجہ (ام کحہ) اور تین بنات (یا دو بنات اور ایک ابن یا صرف دو بنات) چھوڑا، اوسؓ کے وصی نے سارا مال اوس کے چچا زاد بھائیوں (خالد اور عرفطہ) کو دے دیا اور زوجہ اور بیٹیاں محروم رہیں، زوجہ نے اپنی بیٹیوں کے ساتھ آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی اور قصہ سنایا، نبی کریم ﷺ نے ان کو تسلی دے کر واپس کر دیا کہ صبر کرو اللہ تعالی کوئی فیصلہ نازل فرمائیں گے، چنانچہ آیۃ **للرجال نصیب مما ترک الوالدان والأقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان و الأقربون** الآیۃ (نساء: ۷) نازل ہوئی، لیکن اس میں یہ تفصیل نہیں بتائی کہ عورت کو کتنا حصہ ملے گا اسلئے آپ ﷺ نے اوس کے وصی کو حکم دیا کہ اوس کا سارا مال حفاظت سے رکھو ابھی تک تفصیلی حکم معلوم نہیں، جب تک اللہ تعالی کی طرف سے کوئی تفصیل نازل نہ ہو جائے کچھ کرنا

نہیں، چند روز کے بعد ایک اور قصہ پیش آیا، وہ یہ کہ ۳ھ میں غزوۂ احد میں سید الخزرج سعد بن ربیع شہید ہوئے تو ان کے بھائی نے سارے مال پر قبضہ کرلیا، زوجہ اور بیٹیاں محروم رہیں، یہاں بھی سعد کی زوجہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور شکایت کی کہ ان دو بیٹیوں کا کوئی سہارا نہیں، نہ شادی کرنے کیلئے کچھ خرچہ ہے، ان کے چچا نے سارے مال پر قبضہ کرلیا ہے، حضورﷺ نے انکو بھی یہی کہہ کر واپس کردیا کہ صبر کرو اللہ تعالی اچھا فیصلہ کریں گے، چنانچہ کچھ دنوں کے بعد یہ عورت (زوجہ سعد) روتی ہوئی پھر آئیں تو اللہ تعالی نے :**یوصیکم اللہ فی أولادکم ؛ للذکر مثل حظ الأنثیین** (النساء ع ۲) پورا رکوع نازل فرمایا، نبی کریمﷺ نے سعد کے بھائی کو حکم دیا کہ دو تہائی بیٹیوں کو دو، اور آٹھواں حصہ زوجہ کو دو پھر اگر کچھ باقی رہے تو تم لے لو.

اس حکم میں عورتوں کی بھی رعایت ہے کہ ان کا حصہ دلایا اور مردوں کیلئے تسلی بھی ہے کہ مردوں کا حصہ عموماً عورتوں کے حصہ سے دوگنا ہوتا ہے.

اسی حکم کے مطابق اوسؓ کے رشتہ داروں کے بارے میں فیصلہ ہوا کہ دو بیٹیوں کو ثلثان (دو تہائی) اور زوجہ کو آٹھواں حصہ دیا، باقی چچازاد بھائیوں کو، اب یہی شریعت کا دائمی حکم ہے. (تنویر الحواشی ص ۱۳۴)

دور جاهلیت کا دستور اوراسلام کا اعتدال

اسلام میں میراث کے لئے اعتدال کا راستہ اختیار کیا گیا کہ مرد وعورت دونوں کا میراث میں حق ہے، زمانۂ جاہلیت میں عورتوں پر کتنا ظلم ہو رہا تھا اس کا اندازہ ذیل کے اقتباسات سے لگایا جاسکتا ہے:

بابل شہر :میں حکام کا قانون یہ تھا کہ عام حالتوں میں عورت وارث ہی نہیں ہوتی تھی، بعض حالتوں میں وارث ہوتی بھی تو صرف حق انتفاع حاصل ہوتا تھا، وہ میراث کی مالکہ نہیں بن سکتی تھی، مثلا اگر بیٹا (مذکر اولاد) موجود ہو تو بیٹیوں کو کچھ نہیں ملتا اور جب مذکر نہ ہو تو بیٹیوں کو حصہ ملتا تھا مگر وہ اس حصہ کی مالکہ نہیں ہوتی بلکہ صرف فائدہ اٹھانے کا حق ہوتا، چنانچہ اگر بیٹی استعمال کرتے کرتے انتقال

کرجاتی تو اسکی اولاد و شوہر کو یہ مال نہ ملتا بلکہ اس کے متوفی باپ کے خاندان والے مالک بنجاتے (بلکہ پہلے ہی سے گویا وہی مالک ہوتے تھے)

اسی طرح شوہر کے انتقال پر بھی بیوی کو صرف حق انتفاع ہوتا، مالکانہ قبضہ نہیں کرسکتی تھی.

رومیوں کے یہاں بھی قریب قریب یہی دستور تھا، بس اتنا فرق تھا کہ وہ عام حالتوں میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی حصہ دیتے تھے (مثلا بیٹوں کی وجہ سے بیٹی محروم نہیں ہوتی تھی) مگر انکے یہاں بھی عورتیں مالکہ نہیں ہوتی تھیں بلکہ صرف فائدہ اٹھانے کا حق تھا کما مر.

یونانی اور یہودیوں کا بھی یہی حال تھا بلکہ یہودیوں کے نزدیک تو عورت کسی حال میں وارث نہیں بنتی تھی، اگر میت کی بیٹی ہو اور اسکے ساتھ بیٹا بھی نہیں بلکہ نیچے کے لوگ پوتے یا پڑپوتے ہوتے تب بھی مذکر اولاد ہی (پوتے وغیرہ) سارے مال کے مستحق بنتے تھے، اسی طرح بیوی کے مرنے کے بعد شوہر مال کا ضرور مستحق ہوتا مگر شوہر کے مرنے کے بعد بیوی کو کچھ نہیں ملتا، زمانۂ جاہلیت میں عربوں کا کیا دستور تھا وہ بھی پہلے گزر چکا ہے.

اور مصر کے فراعنہ کے یہاں البتہ مذکر ومؤنث دونوں کو ملتا تھا مگر یہاں دوسری طرف غلو تھا کہ بیٹیوں کو ہر حال میں ملتا اور مذکر سے کم بھی نہیں ہوسکتا تھا چاہے مذکر کا حصہ کم ہوجائے [1]

البتہ ان کے یہاں زوجین میں سے کسی ایک کی وفات پر دوسروں کو کچھ نہ ملتا، دونوں آپس میں اجنبی کی طرح ہوتے تھے. (از مقدمہ شرح سراجی ص ۸ تا ۲۰)

اشکال و جواب: عورتوں کا حصہ مردوں کا آدھا کیوں ہے جبکہ عورت نسبۃً کمزور ہے، وہ تو زیادہ قابلِ رحم ہے، اس کو زیادہ نہیں تو کم از کم برابر ملنا چاہئے؟

جواب :یہ ہے کہ عورتوں کا نان ونفقہ عموما مردوں پر ہوتا ہے، عامۃً عورتیں نہ اپنے نان ونفقہ کی ذمہ دار

---

[1] کہتے ہیں کہ عرب میں عامر بن جشم شخص نے عورت کو مرد کے برابر قرار دیا تھا مگر چند روز کے بعد اسکا مذہب ختم ہوگیا.
(تنویر ص ۱۳۴)

ہوتی ہیں نہ اولاد وغیرہ کی، شادی سے پہلے باپ ذمہ دار ہے اور شادی کے بعد شوہر، نیز شادی کے وقت مہر بھی ملتا ہے، اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ عورت کو کچھ نہ ملے مگر شریعت نے ان کو کچھ نہ کچھ حق دیا ہے دل کی تسکین کیلئے، ایسی حالت میں اگر کوئی آدمی عورتوں کو مردوں سے نصف حصہ ملنے کو زیادہ سمجھے تو چنداں تعجب نہیں، ہاں نصف حصہ کو خلافِ انصاف سمجھنا البتہ بڑی غلطی ہے. (تلخیص از تنویر الحواشی ۱۳۴)

قرآن مجید نے لڑکیوں کو حصہ دلانے کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ لڑکیوں کے حصہ کو اصل قرار دیکر اسکے اعتبار سے لڑکوں کا حصہ بتلایا، اور بجائے **للأنثيين مثل حظ الذكر** فرمانے کے **للذكر مثل حظ الأنثيين** کے الفاظ سے تعبیر فرمایا. (معارف القرآن ۳۲۱/۲)

متفرق فوائد

۱۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں فرائض کے سب سے بڑے عالم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے، اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، اور حضرات ابن مسعود و ابن عباس و ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہم اجمعین بھی اس فن میں خاص امتیاز رکھتے تھے، فرائض کی مشکلات کو حل کرتے تھے اور قواعد و مسائلِ فرائض تعلیم فرماتے تھے اور لوگوں کو توجہ دلاتے تھے، عول کا ضروری اور مفید قاعدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز فرمایا اور تمام صحابہ کرامؓ کے اجماع سے منظور ہوا (ابن عباسؓ نے عمرؓ کی وفات کے بعد اختلاف کیا تھا). (مفید الوارثین ۷ و تنویر ۱۰)

۲۔ میراث و توریث کوئی اختیاری امر نہیں بلکہ ایسا حق ہے کہ بلا اختیار مورث و وارث کے ثابت ہو جاتا ہے، حتی کہ اگر کسی نے جھگڑا کرتے وقت قسم کھالی کہ اگر میں تیرا کچھ مال میراث میں لوں تو زوجہ کو طلاق ہے، اب مورث کے انتقال پر یہ شخص بلا اختیار اس کے مال کا مالک ہو جائیگا اور زوجہ پر طلاق پڑ جائیگی، ہاں مالک بننے کے بعد کسی اور کو دے سکتا ہے، کوئی شرعی مجبوری ہو جو شرعا وارث کو محروم کرنا جائز قرار دے تو اسکی صورت یہ ہے کہ موجودہ سامان جن کو دینا چاہتا ہے صحت ہی کی حالت میں انکو دے دے اور قبضہ

کرادے تاکہ مرنے کے بعد جب کچھ بھی باقی نہیں رہے گا تو نہ میراث جاری ہوگی نہ کسی کو حصہ ملے گا. (تنویر ۱۳۰ و ۱۲۹)

۳۔ اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں تمام دنیا کی اقوام میں جاری تھا کہ عورت کی حیثیت گھریلو استعمال کی اشیاء سے زیادہ نہ تھی، چوپاؤں کی طرح اسکی خرید و فروخت ہوتی تھی، اسکو اپنی شادی بیاہ میں کسی قسم کا کوئی اختیار نہ تھا، اسکے اولیاء جسکے حوالہ کر دیتے وہاں جانا پڑتا تھا، عورت کو اپنے رشتہ داروں کی میراث میں کوئی حصہ نہ ملتا تھا بلکہ وہ خود گھریلو اشیاء کی طرح مالِ وراثت سمجھی جاتی تھی... جو چیزیں عورت کی ملکیت میں ہوتی تھیں ان میں اسکو مرد کی اجازت کے بغیر کسی قسم کا تصرف کا کوئی اختیار نہ تھا .... الخ، یہانتک کہ یورپ کے وہ ممالک جو آجکل دنیا کے سب سے زیادہ متمدن ملک سمجھے جاتے ہیں ان میں بعض لوگ اس حد کو پہنچے ہوئے تھے کہ عورت کے انسان ہونے کو بھی تسلیم نہ کرتے تھے .... الخ، روماوالوں نے اسکو ناپاک بے روح جانور مانا اور فرانس والوں نے انسان تو مانا مگر اسکو صرف مردوں کا خادم مانا اور بس. (دیکھئے معارف القرآن ۵۴۸/۱ بقرہ: ۲۲۸)

بسم الله الرحمن الرحيم

سراجی اور اس کے مصنف

نام محمد، کنیت ابوطاہر، لقب سراج الدین، نسبت سجاوندی، نسب نامہ اس طرح ہے: ابوطاہر سراج الدین محمد بن محمد بن عبدالرشید بن طیفور السجاوندی .

مفسر، فقیہ، فرضی، حاسب تھے، سجاوند خراسان یا کابل کا ایک شہر ہے.

صحیح قول کے مطابق ۶۰۰ھ کے آس پاس انتقال ہوا، ایک قول ۷۰۰ھ کا بھی ہے، لیکن معجم المؤلفین ۲۳۳/۱۱ میں ہے: کان حیا فی ۵۹۶ھ . ھدیۃ العارفین ۱۰۶/۲ میں ہے: المتوفی فی حدود ۶۰۰ھ وقیل ۷۰۰ھ، نیز شیخ محی الدین ابومحمد عبدالقادر القرشی المصری الحنفی (۶۹۶ھ - ۷۷۵ھ) لکھتے ہیں: **محمد بن محمد بن عبد الرشيد أبو طاهر السجاوندى مصنف المختصر فى الفرائض الامام**

العلامة سراج الدين ، وله شرح على مختصره ، روينا المقدمة عن شيخنا الامام قطب الدين عبد الكريم الحنفي (المولود ٦٦٣ھ او ٦٦٤ھ و المتوفى في رجب ٧٣٥ھ) **عن أبي العلاء العلامة البخاري الكلاباذي الحنفي** (المولود ٦٤٩ھ و المتوفى في ربيع الاول ٧٠٠ھ) **عن العلامة نجم الدين عمر بن احمد الكاخشتواني** (المتوفى ٦٧٣ھ) **عن العلامة حميد الدين محمد بن علي النوقدي عن العلامة ابي طاهر السجاوندي عن المصنف .** (الجواهر المضيئة ٢/ ١٢٠)

اس میں **عن المصنف** میں عن کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے، ص ٣٨٥ پر اس طرح ہے:

وقرأ (الكاخشتواني) الفرائض السراجية على الشيخ حميد الدين محمد بن علي بن محمد النوقدي بروايته عن المصنف أبي طاهر سراج الدين محمد بن محمد بن محمد السجاوندي، وعنه أخذ أبو العلاء شمس الدين محمود الكلاباذي الفرضي . اھ

نیز دیکھئے ١/٣٢٥ اور ٢/٩٧ اور ٢/١٦٣ .

نوقدی کی تاریخ ولادت ووفات معلوم نہ ہوسکی بقیہ حضرات کی تواریخ ولادت ووفات سے اندازہ لگانا بہت آسان ہے.

ان تفصیلات کی روشنی میں مصنف کی سن وفات ٦٠٠ ہجری تقریباً متعین ہوجاتی ہے اس لئے یہی راجح ہے، لیکن اس پر ایک قوی اشکال یہ ہے کہ سراجی کے شارحین کے ذیل میں ایک نام حیدرہ بن عمر بھی آتا ہے جن کی وفات ٣٥٨ھ میں ہوئی ہے، ان کا شارح ہونا کیسے ممکن ہے، اسی کو بنیاد بنا کر صاحب المنحۃ الالٰہیہ وغیرہ نے سن وفات ٦٠٠ یا ٧٠٠ کا انکار کیا ہے .

بندہ کے خیال میں ان کو سراجی کا شارح کہنا صحیح نہیں ہے، متقدمین نے جب حیدرہ کا تذکرہ کیا تو کسی نے شرح سراجی کو انکی طرف منسوب نہیں کیا، ابن ندیم نے کہا رأيته وكان لي صديقا (الفہرست ٣٦٥) خطیب بغدادی نے تاریخ ٨/٢٧٣ میں، سمعانی نے الأنساب ٣/١٩٤ میں، عبدالقادر قرشی نے

الجواہر ١/٢٢٨ میں اور ذہبی نے تاریخ اسلام ٢٦/١٧٨ میں، صلاح الدین صفدی نے الوافی بالوفیات ١٣/٢٢٧ میں اور ابن الجوزی نے المنتظم ٨/٣٦٠ میں ان کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان میں سے کسی نے شرح السراجیہ کو ان کی طرف منسوب نہیں کیا.

بندہ کے علم کے مطابق سب سے پہلے علامہ قاسم بن قطلو بغا م ٨٧٩ھ نے تاج التراجم ص ٢٦ میں شرح السراجیہ کو آپ کی طرف منسوب کیا ہے جو بظاہر غلط فہمی پر مبنی ہے، حیدرہ نام کے دوسرے شراح ہیں شاید ان کے ساتھ اشتباہ ہوگیا ہے، غالباً یہی وجہ ہے کہ نام اور لقب میں بھی اختلاف ہے انھوں نے حدرہ (اور بعض نسخوں میں خدرہ) بن عمر ابو الحسن الصفار لکھا ہے جبکہ دوسروں نے حیدرہ اور لقب الصغانی لکھا ہے نہ کہ الصفار.

بعد والوں نے انہی کی اتباع کی ہے، جیسے ملا کاتب چلپی م ١٠٦٧ھ نے کشف الظنون ٥/١٢٤٧ میں اور عمر کحالہ نے معجم المؤلفین ٤/٩٣ میں. کشف الظنون ٢/١٢٤٩ کے اندر اس شرح کا نام المواہب المکیہ بتایا ہے جب کہ اس نام کی شرح ابن ربوہ کی طرف منسوب ہے.

نیز شارحین کی تفصیلات سے جو آگے آرہی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ تمام شارحین ایسے ہیں جنکی وفات مصنف کی تاریخ وفات یعنی ٦٠٠ھ کے بعد ہوئی ہے، مزید لطف کی بات یہ ہے کہ ٣٥٨ھ سے ٦٥٨ھ تک کسی اور شارح کا ذکر نہیں ملتا، یہ بات بہت بعید معلوم ہوتی ہے کہ تین صدی کے عرصہ میں کوئی شرح وجود میں نہ آئی ہو، یہ سب امور اس بات کے قرائن ہیں کہ مصنف کی وفات ٦٠٠ھ کے آس پاس ہوئی ہے نہ کہ ٧٠٠ھ یا کسی اور سال میں، اور یہ کہ حیدرہ کو شارح سراجی کہنا غلط فہمی پر مبنی ہے.

بعد میں ہماری تائید میں شیخ عبدالفتاح محمد حلو کا قول الجواہر المضیۃ کے حاشیہ میں ملا، وہ حیدرہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں : **و ذكره حاجي خليفه في شراح فرائض السجاوندي ، وهو وهم لأن مؤلف الفرائض محمد بن محمد بن عبد الرشيد السجاوندي كان حيا في القرن السادس والمترجم من رجال القرن الرابع .** (تعلیق عبدالفتاح الحلو علی الجواہر ٢/١٥٩ رقم ٥٤٨)

نیز اختر راہی تذکرہ مصنفین درس نظامی ص ۱۰۱ میں لکھتے ہیں: حاجی خلیفہ چلپی نے سراجی کے شارحین میں ابوالحسن حیدر بن عمر الصغانی م ۳۵۸ھ کا ذکر کیا، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مؤلف سراجی سراج الدین سجاوندی چوتھی صدی سے پہلے کے مؤلف ہیں لیکن سراجی کی کوئی شرح آٹھویں صدی سے پہلے کی دستیاب نہیں ہے، حاجی خلیفہ کی رائے محل نظر ہے، جناب اختر راہی مذکور کی رائے بھی چھٹی صدی کی ہے.

تصانیف : التجنیس فی الحساب ، رسالة فی الجبر و المقابله ، ذخائر نثار فی أخبار السید المختار ﷺ ، عین المعانی فی تفسیر السبع المثانی (تفسیر سورۂ فاتحہ) اور اس کا اختصار انسان عین المعانی ، کتاب الوقف و الابتداء. (معجم المؤلفین ۲۳۳/۱۱ و ھدیۃ العارفین ۱۰۶/۲)

سراجی کا مقام اور اسکی خدمات : اس کتاب کو اللہ تعالی نے بہت قبولیت عطا فرمائی ہے، چنانچہ اکثر مدارس میں داخل درس ہے، حضرت مولانا قمر الزماں صاحب مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں: حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادیؒ سراجی پڑھانے کا بڑا اہتمام فرماتے تھے اور اسکی اہمیت بیان فرماتے رہتے تھے. (تذکرہ مصلح الامت ص ۳۸ جدید)

اس کتاب کی شروحات وغیرہ کے ذریعہ بھی بہت خدمت کی گئی ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

شروح و حواشی سراجی : ان کی سب سے مشہور و مقبول تصنیف فرائض السراجیۃ ہے جسکو فرائض سجاوندیہ بھی کہتے ہیں، ہر زمانہ میں اسکی شروح لکھی گئی ہیں خود مصنف نے اس کی شرح لکھی ہے، چند شروح کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے جن کو صاحب کشف الظنون اور ظفر المحصلین وغیرہ نے بیان کیا ہے:

۲ ۔ شرح السراجیۃ : مجد الدین حسن بن احمد حلبی مشہور بابن امین الدولۃ م ۶۵۸ھ

۳۔۵۔ ضوء السراج و مختصرہ: المنہاج المنتخب من ضوء السراج: محمود بن ابی بکر بن ابی العلاء بخاری کلاباذی م ۷۰۰ھ ، اکمل الدین بابرتی نے بھی اسکا اختصار کیا ہے.

٦۔ ارشاد الراجی: شمس الدین محمود بن احمد بن ظہیر الارندی م ۷۲۰ھ یا اسکے بعد

۷۔ المواھب المکیہ فی شرح فرائض السراجیہ: شیخ ابن ربوہ محمد بن احمد دمشقی قونویؒ م ۷۶۴ھ

۸۔ شرح السراجیۃ: شیخ اکمل الدین محمد بابرتی مصری حنفی م ۷۸٦ھ

۹۔ شرح السراجیہ: سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی م ۷۹۲ھ

۱۰۔ شرح السراجیۃ: بہاء الدین حیدرہ بن محمد بن ابراہیم حلبی م ۷۹۳ھ

۱۱۔ شرح السراجیۃ: شہاب الدین احمد سیواسی م ۸۰۳ھ

۱۲۔ شرح السراجیۃ سید شریف علی بن محمد جرجانی م ۸۱٦ھ، معتبر اور بہت مشہور شرح ہے.

۱۳۔ شرح السراجیۃ : برہان الدین حیدر بن محمد ہروی تلمیذ التفتازانی م ۸۲۰ھ یا ۸۳۰ھ

۱۴۔ شرح السراجیۃ: شمس الدین محمد بن حمزہ فناری م ۸۳۴ھ

۱۵۔ التحقیق : شیخ محمد بن حاج احمد بن نصر الفہ فی ۸۵۲ھ فی ۱۸ اسفار م ۸۷۱ھ

۱٦۔ شرح السراجیۃ : شیخ ادریس بن شیخ پاشا ۸۵۸ھ میں تصنیف فرمایا

۱۷۔ شرح شیخ عبد الحکیم المسکری الحنفی الفرضی م فی حدود ۹۰۰ھ

۱۸۔ شرح السراجیۃ : شیخ الاسلام سیف الدین احمد بن یحی ہروی معروف بحفید التفتازانی م ۹۱٦ھ

۱۹۔ شرح فرائض السراجیہ شیخ یعقوب بن سیدی علی میمونی رومی حنفی (ابن سیدی) م ۹۳۱ھ

۲۰۔ شرح السراجیۃ : شمس الدین احمد بن سلیمان معروف بابن کمال پاشا م ۹۴۰ھ

۲۱۔ شرح شیخ حسین بن سید علی رومی حنفی م ۹۴۰ھ

۲۲۔ شرح محی الدین محمد بن قاسم بن یعقوب اماس رومی حنفی (ابن الخطب) و ۸٦۴ھ م ۹۴۰ھ

۲۳۔ شرح السراجیۃ : محی الدین محمد بن مصلح الدین قوجوی م ۹۵۰ھ

۲۴۔ شرح السراجیۃ : محی الدین محمد بن مصطفیٰ معروف بشیخ زادہ م ۹۵۱ھ

۲۵۔ حاشیۃ شیخ مصطفیٰ طاشکبری زادہ م ۹٦۸ھ

۲۶ ـ شرح السراجیۃ : شیخ مصلح الدین محمد بن صلاح اللاری م ۹۷۹ھ

۲۷ ـ المقاصد السنیۃ بشرح السراجیہ للحنفیۃ : شیخ یونس بن یونس رشیدی اثری صنفہ فی ۱۱۰۱ھ

۲۸ـ لب الفرائض (اختصار): شیخ خضر بن محمد الاماسی فرغ منہ فی صفر ۱۰۶۴ھ

۲۹ ـ شرح فرائض السراجیہ: عبد الواحد بن ابی بکر انصاری یمنی شافعی قاضی قنفذہ م ۱۰۸۹ھ

۳۰ ـ شرح السراجیۃ : فاضل بہشتی محمد معروف بفخر خراسان ؟

۳۱ ـ الفرائد التاجی (فی الفارسیہ) : شیخ عبد الکریم بن محمد بن حسن ہمدانی ؟

۳۲ ـ شرح سراجی: مولانا حکیم نجم الغنی بن مولانا عبد الغنی رام پوری ۱۲۷۶ھ ۱۳۵۱ھ
صاحب مزیل الغواشی شرح اصول الشاشی

۳۳ ـ حاشیہ مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ م ۱۳۶۴ھ

۳۴ ـ تنویر الحواشی فی توضیح السراجی: حضرت مولانا سید حسن دیوبندیؒ م ۱۳۸۱ھ

۳۵ ـ حاشیہ مولانا نظام الدین کیرانویؒ ؟

۳۶ ـ درس سراجی حضرت مفتی محمد یوسف تاولی دیوبند مدظلہ (تا ختم مناسخہ)

۳۷ ـ الصدیقیۃ فی شرح السراجیہ: مولانا عبد الصادق شیخ الحدیث جامعہ دار الخیر کراچی مدظلہ

۳۸ ـ المنحۃ الالٰھیۃ : مولانا نصیب الرحمٰن علوی بنوری ٹاؤن مدظلہ

۳۹ ـ طرازی شرح سراجی: مولانا اشتیاق احمد دربھنگوی دیوبند مدظلہ

۴۰ ـ منیۃ الراجی شرح سراجی ؟

۴۱ ـ تشریح السراجی: مولانا سید وقار علی صاحب سہارنپوری

۴۲ ـ تسہیل السراجی: مولانا محمد انور بدخشانی مدظلہ جامعہ بنوری ٹاؤن

۴۳ ـ تسہیل السراجی: افادات حضرت مفتی احمد خانپوری مدظلہ ڈابھیل

۴۴ ـ العباسیۃ شرح السراجیۃ فی ضوء الشریفیۃ مولانا ابوطلحہ محمد زکریا المدنی مدظلہ ملتان پاکستان

۴۶ ـ ترجمہ بالترکیۃ: شیخ عبد اللطیف بن حاجی احمد اقچامی م ۸۷۴ھ

۴۷ ـ ثمرۃ المیراث : حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی مدظلہ (سراجی کا خلاصہ ونچوڑ)

منظومات :

۴۸ ـ ابو عبد اللہ تاج الدین عبد اللہ بن علی سجاوندی م ۷۹۹ھ

۴۹ ـ فخر الدین احمد بن علی بن الفصیح ہمدانی م ۷۵۵ھ

۵۰ ـ شیخ محمود بن عبد اللہ بدر الدین گلستانی م ۸۰۱ھ

۵۱ ـ ابو العز عز الدین طاہر بن حسن معروف بابن حبیب حلبی م ۸۰۸ھ

تخریجات :

۵۲ ـ تخریج احادیث السراجی : شیخ قاسم بن قطلوبغا م ۸۷۹ھ

صاحب کشف الظنون نے آپکو صاحب تخریج احادیث کہا ہے، جبکہ حاشیہ الشیخ قاسم علی شرح نخبۃ الفکر (القول المبتکر علی شرح نخبۃ الفکر) کے مقدمہ میں، اسی طرح ھدیۃ العارفین (۱/ ۴۳۹) میں آپ کو شارح کہا ہے . واللہ اعلم

بندہ عتیق الرحمٰن اعظمی غفرلہ ولوالدیہ
آزادول جنوبی افریقہ ۱۴۳۲/۱۱/۲ھ ۹/۳/ ۲۰۱۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصول الشاشی

اصول الشاشی اصول فقہ کی مشہور ومتداول اور داخل نصاب کتاب ہے مگر مصنف کی تعیین میں بہت اختلاف ہے، چند اقوال یہ ہیں:

ا۔سب سے راجح قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے مصنف حضرت نظام الدین الشاشی ہیں، لیکن انکے بھی تفصیلی حالات دستیاب نہیں، صرف اتنا معلوم ہے کہ ساتویں صدی کے مشہور عالم تھے.

بعض علماء نے آپ کو طبقۂ ثالثہ یعنی اصحاب تخریج اور اصحاب ترجیح میں شمار کیا، یعنی دلائل کی روشنی میں نئے مسائل کی تخریج کرنا اور مختلف فیہ اقوال میں سے قولِ راجح کی تعیین کرنا.

چونکہ مصنفؒ کی عمر تصنیف کے وقت ۵۰ سال کی تھی اس وجہ سے اس کتاب کا نام الخمسین ہے مگر اصول الشاشی کے نام سے معروف ومشہور ہے، بعض کا کہنا ہے کہ ۵۰ روز میں یہ کتاب لکھی گئی اس وجہ سے اس کو الخمسین کہا جاتا ہے.

شاش ترکستان میں ایک گاؤں ہے وہیں مصنفؒ کی ولادت ہوئی اس وجہ سے شاشی سے مشہور ہیں. واللہ اعلم . (ظفر المحصلین ۲۸۰)

۲۔۳۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اس کے مصنف بدرالدین الشاشی الشروانی ہیں، وفات ۵۲۷ھ یا ۸۵۲ھ میں ہوئی، اور بعض نے حمید الدین الشاشی متوفی ۸۱۷ھ کو مصنف قرار دیا ہے، ان دونوں کا بھی امکان ہے.

البتہ بعض علماء نے کتاب کا مصنف اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی متوفی ۳۲۵ھ کو قرار دیا ہے یا دوسرے بعض نے ابو علی نظام الدین احمد بن محمد بن اسحاق متوفی ۳۴۴ھ کو قرار دیا ہے یہ دونوں باتیں صحیح نہیں معلوم ہوتیں، اسلئے کہ کتاب کے مصنف علیہ الرحمۃ نے کتاب میں ابن الصباغ کا حوالہ دیا ہے جن کی وفات ۴۷۷ھ میں ہوئی، دیکھئے ص ۸۴ طبع پاکستان، اور ص ۳۱ پر قاضی ابو زید دبوسی کا بھی حوالہ دیا ہے جن کی وفات ۴۳۰ھ میں ہوئی، اب ظاہر ہے کہ مصنف ان دونوں بزرگوں کے بعد کے زمانہ کے ہوں گے.

اسی طرح ابو بکر محمد بن احمد معروف بالمستظہری مصنف م ۵۰۷ھ کو قرار دینا بھی صحیح نہیں کیونکہ وہ شافعی تھے اور یہ کتاب حنفی مذہب کی ہے .

ڈاکٹر محمد مظہر بقا نے اپنے مضمون میں جو البلاغ کراچی میں شائع ہوا اور ڈاکٹر فاروق حسن نے اپنی کتاب فن اصول فقہ کی تاریخ ص ۱۷۷ میں پہلے قول کو ترجیح دی ہے، دلائل وقرائن کیلئے ان کی طرف مراجعت کی جائے. واللہ اعلم

اصطلاحات: **أصحابنا** : امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ مراد ہیں، **مشایخنا** : ماوراء النہر جیسے سمرقند، تاشقند اور بخاری کے علماء جیسے ماتریدی، دبوسی مراد ہوتے ہیں، **علماؤنا ، عندنا ، قلنا** سے مراد مذکورہ علماء احناف ہیں، **فان قیل ، عندہ** سے مراد امام شافعیؒ ہیں، **قال فی الجامع** : امام محمدؒ کی جامع کبیر مراد ہے، **قلنا جمیعا** سے احناف وشوافع دونوں مراد ہوتے ہیں. (از الشافی حاشیہ شیخ ولی الدین الفرفور ص)

صاحب

کنز الدقائق و منار الأنوار

نام و نسب :عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی ، کنیت ابوالبرکات ، حافظ الدین نسفی سے معروف ہیں ، ماوراء النہر کے ایک شہر نسف کے رہنے والے تھے ، نسف کو نخشف بھی کہتے ہیں ، اب یہ شہر ویران ہے ، سن ولادت معلوم نہیں ، بعض نے ساتویں صدی کا نصف قرار دیا ہے لیکن اساتذہ کی تفصیل دیکھنے سے یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے ۔

علمی مقام : آپ ہر فن میں ماہر تھے خصوصاً فقہ اور اصول فقہ میں زیادہ کمال تھا ، بڑے عابد و متقی بھی تھے ، اساتذہ میں شمس الائمۃ محمد بن عبدالستار کردری (۵۵۹ھ ۶۴۲ھ) ، حمید الدین علی بن محمد الضریر (م ۶۶۶ھ) اور بدرالدین خواہرزادہ محمد بن محمود (۵۹۳ھ ۶۵۵ھ) ہیں ، احمد ابن عتابی (۵۸۶ھ) سے روایت کرنا بعید ہے ، حسین سغناقی (م ۷۱۴ھ) نے آپ سے سماعت کی ہے ۔

کان اماما کاملا عدیم النظیر فی زمانه رأسا فی الفقه والأصول بارعا فی الحدیث ومعانیه .

اکثر علماء نے آپ کو چھٹے طبقہ (اصحاب تمییز) میں شمار کیا ہے ۔

تصانیف : آپ کی تصانیف بھی مشہور ہیں خصوصا متن نگاری میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا ، فقہ میں کنز الدقائق ، الوافی اور اس کی شرح الکافی اور اصول فقہ میں المنار مقبول ترین

کتابیں ہیں ، نیز تفسیر مدارک التنزیل بھی اچھی تفسیر سمجھی جاتی ہے بعض مدارس میں داخل نصاب بھی رہی ہے ، ان کے علاوہ المنار کی شرح کشف الاسرار ، مصفی شرح منظومہ نسفیہ ، مستصفی شرح فقہ نافع ، اعتماد شرح عمدہ وغیرہ کتابیں تصنیف فرمائیں ۔

وفات : صحیح قول کے مطابق آپ کی وفات شب جمعہ ربیع الاول ۷۱۰ھ شہر ایذج میں ہوئی ، بعض لوگوں نے ۷۰۱ھ ، اور ۷۱۱ھ بھی بتایا ہے ، واللہ اعلم

صاحب کشف الظنون نے آپ کو شارحین ہدایہ میں شمار کیا ہے ، لیکن طبقات ابن شحنہ نے لکھا ہے کہ آپ کی ہدایہ کی کوئی شرح معلوم نہیں ، علامہ اتقانی نے غایۃ البیان میں ذکر کیا ہے کہ امام صاحب نے ہدایہ کی شرح لکھنے کا ارادہ کیا لیکن ان کے معاصر تاج الشریعہ نے فرمایا کہ یہ انکے لئے مناسب نہیں ہے تو انھوں نے یہ ارادہ ختم کر کے ہدایہ کے مثل ایک کتاب "وافی" لکھی پھر اس کی شرح بھی لکھی "کافی" ، گویا شرح ہدایہ لکھی ۔

(ظفر المحصلین ص ۲۶۷)

صاحب

نور الأنوار

نام ونسب وولادت : ملا أحمد بن ملا أبوسعيد بن عبد الله بن شيخ عبد الرزاق بن شاه خاصۂ خدا .... الحنفی الصالحی المکی الجونفوری الصديقی اللکهنوی الأمبيٹهویؒ .

آپ کا سلسلۂ نسب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اس وجہ سے صدیقی کہلاتے ہیں [1]

آپ کے دادا عبداللہ کے جد امجد خاصۂ خدا جو شیخ صلاح الدین دہلویؒ کی اولاد میں سے تھے، قصبہ امیٹھی (ضلع رائے بریلی مضافات لکھنؤ) کے مشہور بزرگوں میں سے تھے، آپکے اسلاف اصلاً مکہ کے رہنے والے تھے، مکہ سے دہلی ہندوستان آئے اور پھر وہاں سے خاصۂ خدا قصبہ امیٹھی منتقل ہوگئے اور یہیں پر ملاجیون کی منگل کی صبح صادق کے وقت ۲۵ رشعبان ۱۰۴۷ھ کو ولادت ہوئی [2]

---

[1] مولانا عبدالحیٔ بن فخر الدین حسنی (م ۱۳۴۱ھ) نے نزہۃ الخواطر میں لکھا ہے کہ آپ کا نسب صالح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام تک پہنچتا ہے. (نزھہ ۶/۲۲) (شاید اسی وجہ سے صالحی کہلاتے ہیں. واللہ اعلم)

نیز فرمایا کہ آپ شیخ عبداللہ مکی کے خاندان سے ہیں اسی وجہ سے مکی کہلاتے ہیں . واللہ اعلم

[2] یہ تاریخ ولادت نزہۃ الخواطر میں مذکور ہے اور اسی کی تائید خود ملاجیون کی عبارت سے ہوتی ہے جو نورالانوار کے آخر میں مذکور ہے : **قد فرغتُ من تسويد نور الأنوار فی شرح المنار بسابع شهر جمادی الأولی سنة ألف ومائة وخمس من هجرة النبی ﷺ .... و كان ابتداؤه فی غرة شهر المولد من الربيع الأول من السنة المذكورة فی مدة كان عمری ثمانية و خمسين سنة .**

بعضوں نے ۱۰۲۷ھ یا ۱۰۴۸ھ لکھا ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتا. **و الله أعلم**

تحصیل علوم اور خدمات دینیہ : سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا اور اپنے والد صاحب کی نگرانی میں دیگر علوم کی تحصیل شروع کی، ۱۳ سال کی عمر میں والد صاحب کا انتقال ہوگیا تو لکھنؤ اور دیگر مقامات کا سفر فرما کر علم حاصل کیا، زیادہ تر کتابیں شیخ محمد صادق سترکھی سے اور کچھ کتابیں کوڑہ (ضلع فتح پور) میں جا کر مولانا لطف اللہ کوڑھویؒ سے پڑھیں اور مولانا لطف اللہ سے سند فراغت حاصل کی ۲۲ سال کی عمر میں.

آپ کا حافظہ بہت قوی تھا، کتابوں کے پورے پورے صفحات اور بڑے بڑے قصائد ایک بار سننے سے یاد ہوجاتے تھے، سادہ طبیعت والے اور نرم مزاج تھے اور تکلفات سے خالی.

فراغت کے بعد اپنے مقام میں تدریسی خدمات شروع کیں، ۴۰ سال کی عمر میں اجمیر (راجستھان) گئے اور وہاں سے دہلی اور دہلی میں کافی مدت تک ٹھہرے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ بادشاہ وقت شہاب الدین شاہجہاں کو آپ کے بارے میں علم ہوا تو اپنے فرزند عالمگیر کو آپ کے پاس تعلیم کیلئے بھیجا، چنانچہ عالمگیر نے آپ سے استفادہ کیا اور زندگی بھر آپ کی بہت تعظیم بجالاتا رہا.

۵۵ سال کی عمر میں حرمین شریفین کا سفر فرمایا اور چار پانچ سال وہاں قیام کیا اور وہاں بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، وہیں پر نورالانوار تصنیف فرمائی، ۵ سال کے بعد واپس آکر عالمگیر کے ساتھ ۶ سال گزارے، خواب میں اپنے والد صاحب کو دیکھا کہ وہ حج بدل کے طالب ہیں چنانچہ ۱۱۱۲ھ میں حجاز مقدس کا سفر فرمایا، تین چار سال قیام رہا اور دو حج ادا کئے، ایک والد صاحب کی طرف سے اور ایک والدہ صاحبہ کی طرف سے، اور اس سفر میں بھی صحیحین وغیرہ کا درس بڑے اہتمام سے دیتے رہے، ۱۱۱۶ھ میں اپنے وطن واپس آئے اور شیخ یسین بن عبدالرزاق قادریؒ سے اصلاحی تعلق قائم کرکے خلافت حاصل کی، پھر دو سال کے بعد احباب و متعلقین کے

ساتھ امیٹھی سے دہلی آکر دوبارہ درس اور دینی خدمات میں مشغول ہو گئے.

کچھ مدت کے بعد شاہ عالم (بن عالمگیر) کے ساتھ لاہور تشریف لے گئے، جب شاہ عالم کی وفات ہو گئی (۱۱۲۳ھ میں) تو دہلی واپس آ گئے اور وہیں مقیم رہے.

آپ کے والد صاحب نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ ایک سور دوڑتا ہوا آیا، والد نے اپنے بیٹے ملا بوڈھن کو گود میں اٹھا لیا وہ سور ملاجیوٗن کو چھو کر چلا گیا، بیدار ہونے پر والد بہت پریشان ہوئے کیونکہ سور چھونے سے مراد دنیا سے ملوث ہونا ہے، حالانکہ ملاجیون زیادہ دنیا کی طرف مائل نہیں ہوئے تھے لیکن بادشاہوں سے تعلق رہا جس کی طرف خواب میں اشارہ کیا گیا تھا، اسی وجہ سے والد صاحب بہت پریشان تھے.

وفات :ذوالقعدہ ۱۱۳۰ھ سے اپنے وفات کی خبر دینا شروع کر دیا اور چاہتے تھے کہ کسی طرح وطن پہنچ جائیں لیکن تقدیر اسکے خلاف لکھی ہوئی تھی، آپ کی تمنا پوری نہ ہوئی، ۸/ذوالقعدہ پیر کے روز حسب معمول درس دیا نماز اور اوراد وغیرہ پورے کئے اور کھانا بھی کھایا، رات میں سینہ میں سوزِش محسوس ہوئی جو بڑھتے بڑھتے پہلو تک پہنچی، اپنے بیٹے ملا عبدالقادر سے کہا کہ اب وقت آخر ہے اور جامع مسجد دہلی کے جنوبی دالان کی طرف ایک کوٹھری میں جا کے لیٹ گئے، کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے ۹/ذوالقعدہ ۱۱۳۰ھ میں وفات ہوئی، فرخ سیر بادشاہ کا زمانہ تھا، ظہر کے وقت شیخ محمد شفیع دہلویؒ کے قریب مدفون ہوئے، ۵۰ دن کے بعد ۱۴/محرم ۱۱۳۱ھ بدھ کے دن [1] انکی لاش کو ایک تابوت میں رکھ کر امیٹھی منتقل کیا گیا اور انہی کے قدیم مدرسہ اسلامیہ سے ملحق مقبرہ میں دفن کیا گیا، قبر پر تاریخ وفات **و یُتمّ نِعمتَه علیک** (۱۱۳۰) کندہ ہے .

---

[1] ۱۴/محرم جو مولانا مصطفیٰ حسن نے لکھا ہے صحیح نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ ۵۰ دن نہیں بنتے، شاید ۴/محرم یا ۱/محرم ہو (۴/کو ۱۴ سمجھ لیا)

تالیفات :آپ کی سب سے پہلی تالیف **التفسیرات الأحمدیه فی بیان الآیات الشرعیة مع تفریعات المسائل الفقهیة** ہے، ۱۶ سال کی عمر میں ۱۰۶۴ھ میں لکھنا شروع کیا جبکہ آپ حسامی پڑھ رہے تھے اور ۱۰۶۹ھ میں مکمل کی جبکہ آپ شرح مطالع پڑھ رہے تھے اور ۲۷ برس کی عمر میں ۱۰۷۵ھ میں اس پر نظر ثانی فرمائی امیٹھی کے زمانۂ تدریس میں (۵۰۰ آیات کی تفسیر)

۲۔ **نور الأنوار فی شرح المنار** : مدینہ منورہ کے قیام کے دوران تصنیف فرمائی، اوائل ربیع الاول میں ابتداء فرمائی اور ۷/جمادی الاولی ۱۱۰۵ھ میں مکمل کی کمامر. (۲ ماہ ۷ یوم تقریباً)

۳۔ **السوانح** : ملا جامی کی اللوائح کے طرز پر حجاز مقدس کے دوسرے سفر ۱۱۱۲ھ میں لکھی.

۴۔ **مناقب الأولیاء فی أخبار المشایخ** : امیٹھی میں زندگی کے آخری ایام میں لکھی، پھر ان کے بیٹے ملا عبدالقادر نے اس کا تتمہ لکھا.

۵۔ آداب احمدی : سیر وسلوک میں، ۱۳ سال کی عمر میں لکھا ۱۰۶۰ھ میں.

۴۰ سال کی عمر میں پانچ ہزار ابیات پر مشتمل حافظ شیرازی کے دیوان کے طرز پر ایک دیوان بھی دہلی میں لکھا تھا، اور ایک اور قصیدہ مثنوی شریف کے طرز پر ۲۵ ہزار ابیات پر مشتمل، نیز قصیدہ بردہ کے نہج پر عربی میں ۲۲۰ اشعار لکھے اور اسکی شرح بھی، اسکے علاوہ ۲۹ قصیدے عربی میں کہے، اس کے علاوہ کم عمری ہی میں جمعہ اور عیدین کے خطبات بھی جمع کئے، اور اپنے خاندانی اجداد شیخ عبیداللہ اور شیخ علم اللہ کی کتابوں کو بھی مہذب کیا.

(نزھۃ الخواطر ۶/۲۲ تا ۲۴ وظفر المحصلین ص ۲۸۳ تا ۲۸۵

ومقالہ مولانا مصطفیٰ حسن علوی ماہنامہ الفرقان لکھنؤ ذوالقعدہ ۱۳۸۴ھ ومحرم ۱۳۸۵ھ)

اصول بزدوی

(كنز الوصول الى معرفة الأصول)

أبو الحسن على بن محمد بن الحسين بن عبد الكريم ..... المعروف بفخر الاسلام البزدوى الأصولى المفسر المحدث .

البزدوى: نسبة الى بزدة قلعة حصينة على ستة فراسخ من نسف الى بخارا.

وللامام فخر الاسلام البزدوى أخ مشهور بأبى اليسر (محمد بن محمد) ليسر تصانيفه كما أن فخر الاسلام مشهور بأبى العسر لعسر تصانيفه .

عده ابن الكمال باشا و من جاء بعده من الفقهاء المجتهدين فيى المسائل التى لا رواية فيها عن صاحب المذهب .

مصنفاته: المبسوط ١١ مجلدا، شرح الجامع الكبير والجامع الصغير، شرح زيادات الزيادات، وأصول الفقه (كنز الوصول الى معرفة الأصول)، كتاب فى تفسير القرآن، قيل فى ١٢٠ جزءا، غناء الفقهاء، شرح الجامع الصحيح للبخارى ، سيرة المذهب فى صفة الأدب ، شرح تقويم الأدلة فى الأصول ، الأمالى .

ولد فى حدوود أربعمأة ومات بكش فى رجب اثنتين وثمانين و أربعمأة و حمل تابوته الى سمرقند .

(ترجمة البزدوى للشيخ محمد عبد الرشيد النعمانى فى آخر كتاب أصول البزدوى)

افاضة الأنوار شرح المنار

(صاحب الدر المختار)

محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبدالرحمٰن الحصکفی ، ۱۰۲۵ھ میں ولادت ہوئی.
حصکفی اسلئے کہتے ہیں کہ آپ حصن کیفاء کے باشندہ تھے، یہ ایک قلعہ ہے دیار بکر میں دجلہ کے کنارے .

آپ بہت بڑے ادیب، فصیح و بلیغ اور حدیث وفقہ، صرف ونحو میں ماہر تھے، آپ کے مشائخ میں سے خیر الدین رملی نے نیز دیگر علماء نے آپ کے فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے.

تصانیف : الدر المختار جو محمد بن عبد اللّٰه التُمُرتاشی الغزی الحنفی م١٠٠٦ھ کی تنویر الابصار کی شرح ہے، شرح ملتقی الأبحر ، افاضة الأنوار شرح المنار.

وفات : ۱۰/شوال ۱۰۸۸ھ میں ہوئی اور مقبرہ باب صغیر میں مدفون ہوئے.
(ظفر المحصلین ص ۵۵۷)

نسمات الأسحار

اس شرح کے ساتھ محمد امین بن عابدین بن شریف عمر کا حاشیہ شامل ہے جو علامہ ابن عابدین شامی کے نام سے معروف ہیں. ولادت ۱۱۹۸ھ دمشق میں ہوئی اور وفات ۲۱ھ ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ میں دمشق میں ہوئی اور باب الصغیر میں دفن ہوئے. (ایضا ص ۲۹۱)

العقائد النسفية کے مصنف

نام و نسب: **أبوحفص نجم الدين مفتي الثقلين عمر بن محمد بن محمد بن أحمد ابن اسماعيل بن محمد بن علي بن لقمان النسفي الحنفيؒ .** (الجواهر ۱/۳۹۴)

اساتذہ: صدرالدین ابوالیسر محمد بن محمد بن عبدالکریم البزدوی م ۴۹۳ھ سے فقہ حاصل کیا، ابومحمد اسماعیل بن محمد التوخی النسفی، ابوعلی حسن بن عبدالملک النسفی، ابوالقاسم بن بیان، اسماعیل بن محمد النوحی، مہدی بن محمد العلَوی، عبداللہ بن علی بن عیسی النسفی، حسین کاشغری، ابومحمد حسن بن احمد سمرقندی، علی بن حسین ماتریدی وغیرہم، اپنے مشائخ کو ایک ''**تعداد شیوخ عمر**'' میں جمع فرمایا ہے، آپ کے شاگرد صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: میں نے نجم الدین عمر کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ۵۵۰ شیوخ سے روایت کرتا ہوں. (شذار ۱۰)

تلامذہ: آپ کے صاحبزادہ ابواللیث احمد معروف بمجد النسفی، صاحب ہدایہ برہان الدین علی مرغینانی، صاحب ہدایہ نے اپنے مشائخ کا ذکر انہی سے شروع کیا، پھر ان کے بیٹے لیث کا ذکر کیا، اور فرمایا کہ ان کی بعض تصنیفات میں نے ان سے سنیں اور خصاف کی کتاب المسندات ظہیر الدین محمد بن عثمان کی قراءت سے سنی، ابوبکر احمد بن علی بلخی معروف بالظہیر، ابوالفضل محمد بن عبد الجلیل سمرقندی، احمد بن موفق الدین خطیب خوارزم، احمد بن موسی الکشتی، ابوعبداللہ محمد بن الحسن برہان الدین کاسانی، عمر بن محمد بن عمر عقیلی، محمد بن ابراہیم تورپشتی. (ایضا)

صفات: امام، اصولی، متکلم، مفسر، محدث، فقیہ حافظ اور نحوی تھے، مشہور ائمہ میں سے تھے، عوام وخواص میں مقبول تھے، انسان وجنات دونوں کو فتوی دیتے تھے اسلئے مفتی الثقلین سے مشہور ہیں.

لطیفہ: علامہ نسفی مکہ مکرمہ میں جاراللہ زمخشری (صاحب کشاف) سے ملاقات کیلئے تشریف

لے گئے، جاکر دروازہ پر دستک دی، زمخشری نے پوچھا کون؟ آپ نے کہا عمر! زمخشری نے کہا **اِنصرِف** واپس جاؤ، آپ نے کہا: **عمر لا ينصرف** ، زمخشری نے کہا: **اذا نكّر صرف** . (الجواهر ۱/۳۹۵)

تصانیف: آپ کثیر التصانیف ہیں، سو کے قریب کتابیں تصنیف کیں، چند کے نام یہ ہیں:

۱۔ **التيسير في علم التفسير**: آپ کی بڑی تصنیفات میں شمار کی گئی ہے، اس کے خطبے میں قرآن کریم کے سو نام ذکر فرمائے ہیں، پھر تفسیر وتاویل میں فرق بیان کیا ہے پھر تفصیل سے ہر آیات کی تفسیر کی ہے.

۲۔ **المنظومة في الفقه** : علم الفقہ میں سب سے پہلی منظوم کتاب ہے، ابوالبرکات نسفی نے المستصفی کے نام سے اس کی مشہور شرح لکھی ہے، پھر اس کا اختصار کیا مصفی کے نام سے.

۳۔ **نظم الجامع الصغير**: اسکے شروع میں قصیدہ رائیہ لکھے عقائد سے متعلق (۸۱ ابیات)

۴۔ **قند في علماء سمرقند** (۲۰ جلدوں میں، لیکن آجکل دو اجزاء ایک ہی جلد میں ہیں)

۵۔ **كتاب المواقيت** ۶۔ **شارع الشوارع في فروع الحنفية**

۷۔ **الإشعار بالمختار من الأشعار** (۲۰ جلدوں میں) ۸۔ **كتاب الشروط**

۹۔ **طلبة الطلبة** (فقہی الفاظ کیلئے قاموس، مطبوع ہے) ۱۰۔ **تاریخ بخاریٰ**

۱۱۔ **عجالة** ۱۲۔ **الفتاوى النسفية**

۱۳۔ **كتاب النجاح في شرح كتاب أخبار الصحاح** (بخاری شریف کی شرح)، اس کے شروع میں اپنی اسانید ۵۰ طرق سے بیان کی ہیں.

وفات: سمرقند میں شب جمعرات ۱۲/جمادی الاولی ۵۳۷ھ میں وفات ہوئی. (جواہر)

کسی نے خواب میں آپ کو دیکھا تو پوچھا: منکر نکیر کے ساتھ کیسا برتاؤ ہوا؟ کہا کہ اللہ تعالی نے

میری روح کو واپس کیا تو میں نے اشعار میں ان کو جواب دیا ؎

ربّی اللّٰہ لا الٰہ سواہ — و نبی محمدٌ مصطفاہ

و دینی الاسلامُ وفِعلِی ذمیم — أسأل اللّٰہَ عفوَہ وعطاہ

تنبیہ: زرقانی اور مولانا عبدالحیٔ لکھنوی ۱۹۴ وغیرہ کا کہنا کہ العقائد النسفیۃ مفتی الثقلین مذکور کی تصنیف نہیں ہے بلکہ ابوالفضل برہان الدین محمد بن محمد نسفی و ۶۰۰ھ م ۶۸۶ھ ۶۷۹ھ کی ہے، لیکن صحیح قول پہلا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ تفتازانی نے اپنی شرح کے شروع میں نجم الملۃ والدین عمر النسفی کی تصریح کی ہے۔ (ظفر المحصلین ۲۹۵، الجواھر المضیئۃ ۱/۳۹۴ م ۷۷۵ھ والفوائد البھیۃ ص ۱۴۹ وتعلیق وتقدمہ الشیخ عبدالسلام بن عبدالھادی شنار ص ۱۰ و ۱۲)

العقائد النسفیۃ کی شروح:

۱۔ شرح العقائد: شمس الدین ابوالثناء محمد بن احمد اصفہانی م ۷۴۹ھ

۲۔ القلائد علی العقائد: شیخ جمال الدین محمود بن احمد بن مسعود قونوی م ۷۷۰ھ

۳۔ الدرۃ: شیخ ابن حزم اندلسی

۴۔ القول الوافی لشرح عقائد النسفی شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن زین الدین ابوالعدل قاسم

۵۔ حل العقائد فی شرح العقائد شیخ ملازادہ ہروی خیرزیانی

۶۔ الفوائد القادری فی شرح العقائد النسفی: عبدالقادر بن ابونصر محمد ادرسی بن محمد محمود سلہٹی

۷۔ تھذیب العقائد: مولانا محمد نجم الغنی رامپوری و ۱۲۷۶ھ م ۲۵ھ صفر ۱۳۵۱ھ (صاحب مزیل الغواشی شرح اصول الشاشی)، اچھی شرح ہے، مطبوع ہے اردو میں۔

۸۔ صدرالشواہد: مولانا فخر الحسن مرادآبادی ۱۳۲۵ھ م ۱۴۰۰ھ (اردو میں اچھی شرح ہے)

۹۔ شرح العقائد: سعدالدین تفتازانی م ۷۹۲ھ (معروف داخل درس ہے)

علامہ سعدالدین تفتازانیؒ

(صاحب شرح العقائد)

۷۲۲ھ — ۷۹۲ھ

نام ونسب: نام مسعود، لقب سعدالدین، والد کا نام عمر اور لقب قاضی فخر الدین ہے۔
نسب نامہ اس طرح ہے: سعدالدین مسعود بن قاضی فخر الدین عمر بن برہان الدین عبداللہ تفتازانی خراسانی، حافظ ابن حجر نے محمود بن عمر نام بتایا ہے اور ملا علی قاری نے عمر بن مسعود، لیکن مشہور پہلا قول ہے جس کو سیوطی نے طبقات النحاۃ میں ذکر کیا ہے، اسی کے مطابق نسب نامہ لکھا گیا ہے۔

ولادت صفر ۷۲۲ھ خراسان کے ایک شہر تفتازان میں ہوئی۔

حالات: آپ کے اساتذہ میں شیخ عضدالدین ایجی اور قطب الدین رازی کا نام بتایا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ ابتداء میں آپ بہت کند ذہن تھے، شیخ عضدالدین کے حلقۂ درس میں سب سے زیادہ کمزور تھے لیکن محنت خوب کرتے تھے جس کا فائدہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ ایک غیر متعارف شخص آ کر کہتا ہے کہ سعدالدین تفتازانی! چلو، تفریح کیلئے چلیں، انھوں نے کہا: اتنی محنت کے بعد بھی کچھ سمجھ میں آتا نہیں، تفریح کرنے جاؤں گا تو کیا حشر ہوگا، وہ آدمی چلا گیا، دوسری مرتبہ بھی آ کر اس نے ایسا کہا اور آپ نے وہی جواب دیا، تیسری مرتبہ اس نے آ کر کہا کہ آنحضور ﷺ آپ کو یاد فرما رہے ہیں، یہ سن کر آپ گھبرا کے اٹھے اور ننگے پاؤں چل دیئے، شہر کے باہر دیکھا کہ چند درختوں کے پاس نبی ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں، آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ہم نے بار بار بلایا اور تم آئے نہیں؟ عرض کیا مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ یاد

فرمارہے تھے، پھر اپنی غباوت کی شکایت کی، حضور ﷺ نے فرمایا: **افتح فمک**، اور اپنا لعاب مبارک آپ کے منہ میں ڈال دیا اور دعا دے کر رخصت کیا، دوسرے دن شیخ عضد الدین کے درس میں کئی اشکالات پیش کردئے، ساتھیوں نے ان کی غباوت پر محمول کر کے بے توجہی سے برتاؤ کیا، لیکن شیخ نے کہا: **یا سعد انک الیوم غیرک فیما مضی .**

خدمات : فراغت کے بعد ہی سے درس دینا شروع کردیا، بہت سے لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا، چند کے نام حسب ذیل ہیں :

عبدالواسع بن خضر، شیخ شمس الدین محمد بن احمد حضرمی، ابوالحسن برہان الدین حیدرہ بن احمد الھروی العجمی الحنفی، جلال الدین یوسف استاذ ملا مصنفک علی بن مجد الدین اور مولانا فضل اللہ وغیرہ

علامہ سید طحطاویؒ فرماتے ہیں : **انتھت الیہ ریاست الحنفیۃ فی زمانہ** ، علامہ کفوی فرماتے ہیں: **کان من محاسن الزمان، لم تر العیون مثلہ فی الأعلام والأعیان** ، میر سید شریف جرجانی جیسے عالم بھی آپ کی کی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے .

آپ کے زمانہ کا بادشاہ امیر تیمور آپ کا بڑا معتقد تھا، جب آپ نے تلخیص کی شرح مطول لکھی اور بادشاہ کے سامنے پیش کی تو بہت پسند کیا اور ہراۃ کے قلعہ کے دروازہ پر اسکو معلق کیا، علماء فرماتے ہیں کہ علامہ تفتازانی منطق وکلام اور علوم ادبیہ وفقہیہ میں شریف جرجانی سے فائق تھے اگرچہ سید شریف جرجانی ذکاوت میں تفتازنی سے فائق تھے اور جرجانی برابر تفتازانی کی کتابوں سے تحقیقات اور تدقیقات نکالتے اور علو مقام کا اعتراف کرتے ، یہانتک کہ تیمور لنگ بادشاہ کی مجلس میں مناظرہ ہوا تب سے جرجانی تفتازانی سے متنفر ہونے لگے اور ان کی تحقیقات سے اختلاف کرنے لگے .

جرجانی اور تفتازانی کے درمیان مناظرہ اور وفات : یہاں تک کہ ان دونوں کے درمیان ایک مناظرہ یہ ہوا کہ تمثیل مستلزم ترکیب ہے یا نہیں، تفتازانی عدم ترکیب

کے قائل تھے اور جرجانی مستلزم ترکیب ہونے کے قائل تھے، دونوں میں مناظرہ طول پکڑ گیا لیکن کوئی دوسرے پر غالب نہیں آرہا تھا، بالآخر ایک تیسرے آدمی کو حکم بنایا گیا اور وہ تھا نعمان معتزلی جو اتفاق سے کسی وجہ سے تفتازانی سے شاکی تھا، نیز جرجانی تفتازانی کے مقابلہ میں زیادہ فصیح تھے اسلئے معتزلی نے تفتازانی کے خلاف فیصلہ کردیا جسکی وجہ سے امیر تیمور لنگ کے دربار میں تفتازانی کا مقام گھٹ گیا، جسکی وجہ سے انکو بہت صدمہ ہوا اور بالآخر بیمار ہوکر وفات تک نوبت پہنچ گئی.

واقعہ: ایک مرتبہ بادشاہ تیمورلنگ نے اپنے ایک قاصد کو کسی کام کیلئے بھیجا اور اجازت دیدی کہ جب ضرورت پڑے کسی کا گھوڑا استعمال کرلینا، اتفاق سے ضرورت پڑی تو ایک جگہ خیمہ دیکھا جہاں گھوڑے بندھے ہوئے تھے، قاصد نے ایک گھوڑا کھول لیا، علامہ کو اطلاع ہوئی تو پکڑ کر پٹوادیا، اس نے جاکر تیمورلنگ کو قصہ سنایا، امیر غصہ میں تھوڑی دیر خاموش رہا لیکن پھر کہا: اگر شاہرخ یہ حرکت کرتا تو بیشک سزا پاتا مگر میں ایسے شخص کا کچھ نہیں کرسکتا جس کا قلم ہر شہر و دیار کو میری تلوار سے پہلے فتح کرچکا تھا . (ظفر ۴۱۳)

تفتازانی کا مذہب: علامہ کے مذہب کے بارے میں شدید اختلاف ہے، علامہ ابن نجیم مصریؒ نے فتح الغفار شرح المنار کے شروع (ص ۸) میں اور علامہ طحطاویؒ حاشیہ علی الدر المختار کے آخر (۴/۴۱۴) میں اور ملا علی قاری نے طبقات احناف میں حنفی مانا ہے، لیکن ملا کاتب چلپی نے (**کشف الظنون**) میں اور سیوطی نے **بغیۃ الوعاۃ** (۲/۲۸۵:۱۹۹۲) میں اور کفوی نے حاشیہ مطول میں شافعی کہا ہے.

مولانا محمد عنایت اللہ لکھنوی کہتے ہیں کہ تلویح کو نظر غائر دیکھنے والے پر یہ بات مخفی نہیں کہ اس کی بعض عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ حنفی تھے، اس وجہ سے میں ان کو حنفی سمجھتا ہوں، اور اسی وجہ سے انھوں نے کتب حنفیہ اور فقہ حنفی کی طرف خاص توجہ کی. (ظفر ص ۴۱۶)

کشف الظنون ۱/۴۹۶ پر تنقیح کے تذکرہ میں شافعی لکھاہے، لیکن ۶/۴۲۹ میں تفتازانی کے تذکرہ میں **الفقیه الادیب الحنفی** لکھاہے .

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ تحریر فرماتے ہیں:

و الحق أنه حنفی المذهب، فقد ولی قضاء الحنفية، وله فی الفقه الحنفی تآليف منها تكملة شرح الهدايه للسروجی ، وشرح خطبة الهداية وشرح تلخيص الجامع الكبير وفتاوی الحنفية وشرح السراجية فی الميراث .

والی جانب هذا فقد صرح بانتسابه للمذهب الحنفی فی غير موضع من كتابه التلويح فی مقابل ذكر الامام الشافعی أو مذهبه، وذلک دليل قاطع علی كونه حنفی المذهب، و اليک بعض عباراته الناطقة بذلک : قال فی التلويح فی مبحث تعارض الخاص والعام : و اذا ثبت هذا أی كون العام قطعيا عندنا خلافا للشافعی ...... فعند الشافعی يخص العام بالخاص و عندنا يثبت حكم التعارض ... مزید مثالیں پیش کیں، دیکھئے **حاشيه اقامة الحجه ص ۱۷ و ۱۸**

اولا و احفاد : آپ کی نسل میں بھی علماء بکثرت پیدا ہوئے: آپ کے صاحبزادہ شیخ محمد بن سعدالدین م ۸۳۸ھ، انہی کی وجہ سے تفتازانی نے تہذیب المنطق لکھی تھی، آپ کے پوتے قطب الدین یحیٰ بن محمد م ۸۸۷ھ شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور تھے اور پڑپوتے سیف الدین احمد بن یحیٰ م ۹۱۶ھ المعروف بحفید التفتازانی نے خراسان میں بیس (۲۰) سال درس دیا، اور حاشیہ تلویح، حاشیہ شرح الوقایہ، شرح تہذیب المنطق والکلام اور شرح فرائض السراجیہ آپکی تالیفات ہیں.

وفات : ۲۲ محرم ۷۹۲ھ میں پیر کے دن وفات ہوئی سمرقند میں اور وہیں مدفون ہوئے، اس کے بعد ۹ جمادی الاولی بدھ کو جنازہ سرخس کی طرف منتقل کیا گیا.

بعضوں نے تاریخ وفات ۷۹۱ھ یا ۷۹۷ھ بتایا ہے مگر صحیح پہلا قول ہے.

تصانیف : آپ نے مختلف فنون میں کتابیں لکھی ہیں اور اکثر کتابیں بہت مفید ہیں، مولانا عبدالحئی لکھنویؒ لکھتے ہیں: **كل تصانيفه تنادی علی أنه بحر بلا ساحل وحبر بلا مماثل، والسيد وان فاق عليه فی الذكاء وغلب عليه فی المباحثة لايصل الی درجته فی سعة النظر ولايترقی الی مرتبته فی دقة الفكر .** (الفوائد البهية ص ۱۳۷)

چند مشہور کتابیں یہ ہیں :

۱۔ شرح تصریف زنجانی: شعبان ۷۳۸ھ میں ۱۶ سال کی عمر میں لکھی مقام ترمذ میں.

۲۔ مطول شرح تلخیص المفتاح: صفر ۷۴۸ھ میں ہرات میں لکھی.

۴۔ مختصر المعانی: ۷۵۶ھ میں غجدوان میں لکھی.

۵۔ سعدیہ شرح شمسیہ: جمادی الاخری ۷۵ھ میں مزار جام میں لکھی.

۶۔ **التلويح شرح التوضيح** لصدر الشریعہ الاصغر: ذوالقعدہ ۷۵۸ھ میں ترکستان میں لکھی.

۷۔ **شرح العقائد النسفية** :شعبان ۷۶۸ھ میں لکھی.

۸۔ تہذیب المنطق والکلام: رجب ۷۸۹ھ میں ۹۔ شرح مفتاح العلوم: شوال ۷۸۹ھ میں.

۱۰۔۱۱۔ **المقاصد اور شرح المقاصد**: دونوں ذوالقعدہ ۷۸۴ھ میں سمرقند میں لکھی.

۱۲۔ حاشیہ شرح مختصر الاصول : ۷۷۰ھ لکھی.

۱۳۔ **شرح منتهی السوال والأمل فی علمَی الأصول والجدل لابن الحاجب.**

۱۴۔ شرح حدیث الأربعین.

۱۵۔۱۶۔ فتاوی حنفیہ اور مفتاح العلوم.

ان کے علاوہ زمخشری کی کشاف پر حاشیہ اور ہدایہ کی شرح بھی شروع کی تھی مگر دونوں مکمل نہ

ہوسکیں اوران کے علاوہ کئی اور کتابیں تصنیف فرمائیں.

آپ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کی تقریباً پانچ کتابیں داخل درس ہیں: شرح تہذیب، مختصر المعانی، مطول، شرح العقائد اور التلویح.

شرح العقائد کی چند مشہور اور مفید شرحیں :

۱۔ حاشیہ شیخ رمضان بن محمد آفندی (مفید اور متوسط حاشیہ ہے)

۲۔ شیخ عزالدین محمد بن ابی بکر بن جماعہ م ۸۱۹ھ

۳۔ **النکت علی شرح العقائد** برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی م ۸۸۵ھ

۴۔ علامہ احمد بن موسیٰ مشہور بخیالی م بعد ۸۶۰ھ

۵۔ حاشیہ الکستلی شیخ مصلح الدین مصطفیٰ قسطلانی م ۹۰۱ھ

۶۔ حاشیہ ملا عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائنی م ۹۴۳ھ

فتح الاله الماجد بایضاح شرح العقائد شیخ زکریا انصاری م ۹۲۴ھ یا ۹۲۶ھ

۷۔ حاشیہ شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی م ۹۹۸ھ

۸۔ حاشیہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی م ۱۰۶۷ھ

۹۔ فرائد القلائد علی احادیث شرح العقائد : شیخ جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ

۱۰۔ فرائد القلائد علی احادیث شرح العقائد: نور الدین ملا علی بن سلطان القاری الہروی م ۱۰۱۴ھ

۱۱۔ النبراس شرح شرح العقائد: شیخ عبدالعزیز پرہارویؒ م ۱۲۳۹ھ او بعدھا

۱۲۔ نظم الفرائض : مولانا محمد حسن سنبھلیؒ م ۱۳ رصفر ۱۳۰۵ھ

۱۳۔ الجواہر البہیۃ : مولانا شمس الدین الافغانی الصواتی جامعہ حسینیہ راندیر م ۱۳۹۷ھ

۱۴۔ عقد الفرائد مولانا ابوالفضل عبدالحق الندیائی الھزاروی

۱۵۔ **التعلیقات علی شرح العقائد** عبداللہ الکماخی استنبول

۱۶۔ کنز الفوائد شرح شرح العقائد : مولانا عبدالاحد دیوبند م ۱۳۹۹ھ

۱۷۔ جواہر الفرائد (اردو): مولانا یوسف تاؤلی مدظلہ دارالعلوم دیوبند

۱۸۔ بیان الفوائد شرح شرح العقائد (اردو): مولانا مجیب اللہ گنڈوی مدظلہ دیوبند

۱۹۔ نشر الفوائد (اردو، مختصر سوال جواب کی شکل میں) مولانا عبیدالحق ڈھاکہ

۲۰۔ نوٹ شرح عقائد (سوال وجواب): مولانا وارث علی فاضل دیوبند (کلکتہ)

۲۱۔ احسن الفرائد فی تخریج احادیث شرح العقائد: مولانا وحید الزمان (غیر مقلد) م ۱۳۳۸ھ

(ظفر المحصلین ۳۹۲)

(تذکرۃ المصنفین ص ۶۱)

کتاب الایمان

مولانا راشد حسن بن مولانا حامد حسن (بھتیجہ حضرت شیخ الھند)

دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی اور پھر مبلغ وسفیر دارالعلوم دیوبند بھی رہے.

تصانیف: کتاب الایمان، کتاب الصلوۃ، کتاب الطہارۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب الزکوۃ اور تذکرہ شیخ مدنی وغیرہ.

وفات : اکتوبر ۱۹۶۹ء دیوبند میں.

(دیوبند کی چند تاریخی شخصیات ازمولانا خورشید ص ۱۱۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علم الصیغہ کے مصنف

نام : مفتی عنایت احمد بن محمد بخش بن غلام محمد بن لطف اللہ، قریش الاصل تھے، آپ کا خاندان اصل میں بغداد کا رہنے والا تھا، بعد میں دیوہ آکر کے بسا۔

ولادت : ۹/شوال ۱۲۲۸ھ ، ۵/اکتوبر ۱۸۱۳ء کو ضلع بارہ بنکی (یوپی) کے قصبہ دِیوہ میں پیدا ہوئے ، وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی ، تیرہ سال کی عمر میں رام پور آئے جہاں سید محمد بریلوی رامپوریؒ کے پاس نحو وصرف کی تعلیم حاصل کی پھر زمانۂ دراز تک مولانا حیدر علی ٹونکیؒ اور مولانا نور الاسلام دہلویؒ سے علم حاصل کرتے رہے، اسکے بعد دہلی میں شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلویؒ (م۱۲۶۲ھ) سے علم حدیث حاصل کیا، پھر علی گڈھ تشریف لے گئے ، وہاں شیخ بزرگ علی مارہرویؒ (م۱۲۶۲ھ ۱۸۴۸ء) سے مدرسہ جامع مسجد) [2] میں علوم عقلیہ حاصل کئے جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وشاہ رفیع الدین دہلوی کے تلمیذ تھے۔

خدمات: فراغت کے بعد (۱۲۶۲ھ) اسی مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دیں، اسی زمانہ میں مفتی لطف اللہ علی گڈھی نے آپ سے پڑھا، ایک سال کے بعد مفتی کے عہدہ پر فائز ہوئے

---

[1] خاندانی حالات کیلئے دیکھئے الکلام المبین (اردو) کا مقدمہ ص ۲۹ ۔

[2] عہد محمد شاہی میں نواب ثابت خاں صاحب گورنر علی گڈھ نے اپنی تعمیر کردہ عظیم الشان مسجد میں یہ مدرسہ بنوایا تھا۔ (مضمون اختر راہی ص ۳۹ وغیرہ)

جس کو فرائض تدریس کے ساتھ ہی انجام دیتے رہے ، اجلاس ہی کے اوقات میں جب فرصت ہوتی تو مولوی حسین شاہ بخاری کو ہدایہ پڑھاتے تھے۔ پھر عہدہ قضاء پر فائز ہوئے ، دو سال بعد آپ کو بریلی میں صدر الامین بنایا گیا، جب آپ بریلی تشریف لے گئے تو آپکے ساتھ مولوی لطف اللہ بھی ساتھ گئے [1] چار سال بعد صدر الصدور کے منصب جلیل پر فائز ہوئے ، اور آپکا تبادلہ اکبر آباد (آگرہ) کردیا گیا، ابھی روانگی نہیں ہوئی تھی کہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کا مشہور جہاد شروع ہوگیا اور آپ آگرہ نہ آسکے، مفتی صاحبؒ نے مسلمان مجاہدین کی مالی امداد کا فتوی دیا، مگر مسلمانوں کو شکست ہوئی اور انگریز کی ظالم حکومت نے مفتی صاحب موصوف کو جلاوطن کر کے جزیرۂ انڈمین (کالا پانی) بھیج دیا، مفتی صاحب موصوف نے اس جزیرہ میں بھی تدریس و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا جبکہ آپ کے پاس کسی علم کی کوئی کتاب نہ تھی، محض اپنے غیر معمولی حافظہ سے مختلف علوم وفنون میں کئی کتابیں لکھیں جن کی صحت وافادیت کا مشاہدہ واعتراف علماء نے کیا، رہائی کے بعد خود تحقیق کی تو سب تالیفات صحیح نکلیں آپ نے خود ہی فرمایا: بوقت تصنیف کسی علم کی کوئی کتاب میرے پاس نہ تھی۔ (علم الصیغہ اردو ص۲۲) وکتابے از ہیچ علم نزد خود نداشت۔ (علم الصیغہ فارسی ص۳)، راقم حروف نیرنگ تقدیر سے فی الحال جزیرہ پورٹ بلیر انڈمین میں وارد ہے اور کوئی کتاب کسی طرح کی پاس اپنے نہیں رکھتا۔ (تواریخ حبیب الٰہ ص ۳)

کتاب کے مؤلف نے اس بلا سے نجات پاکے وطن میں پہنچ کر سارے مضامین کتاب کے حرف بحرف کتب احادیث سے تصدیق کردئے۔ (تواریخ حاشیہ ص۳)

جزیرہ کے انگریز حاکم نے ان سے فرمائش کی کہ کتاب "تقویم البلدان" کا عربی سے اردو

---

[1] ان دونوں حضرات کے اسباق کی تفصیلات کیلئے دیکھئے الکلام المبین کا مقدمہ ص ۳۰ و۳۱ ، نیز ظفر المحصلین ص ۳۸۳ وغیرہ ۔

میں ترجمہ کریں تاکہ اردو سے انگریزی میں وہ خود ترجمہ کرسکے، یہ ترجمہ دو برس میں مکمل ہوا اور یہی رہائی کا سبب بنا، آپکے شاگرد مولانا لطف اللہ نے تاریخ وفات لکھی:

چوں بفضل خالق ارض و سما اوستادم شد زقید غم رہا — الف ۱ ن ۵۰ الف ۱ س ۶۰

بہر تاریخ خلاص آں جناب برنوشتم انّ استاذی نجا — ت ۴۰۰ الف ۱ ذ ۷۰۰ / ی ۱۰ ن ۵۰ ج ۳ الف ۱

۱۲۷۷ھ میں رہائی کے بعد آپ پھر ہندوستان کا کوری واپس آئے پھر مستقل قیام کانپور میں کیا، یہاں مدرسہ فیض عام قائم کیا جو کانپور کی مشہور اسلامی درسگاہ ہے۔

تصنیفات: تصنیفات حسب ذیل ہیں، بعض طبع بھی ہوچکی ہیں:

(۱)۔ علم الفرائض (۱۲۶۲ھ اول رسالۃ صنفها . (نزہۃ الخواطر ۷/۳۷۷) (۲)۔ملخصات الحساب (۳)۔ تصدیق المسیح ردع الکلمۃ القبیح (دونوں ۱۲۶۳ھ میں لکھی گئیں) (۴)۔ الدر الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید (۱۲۶۹ھ) (۵)۔ الکلام المبین فی آیات رحمۃ للعالمین (نبی ﷺ کے معجزات پر مفصل بہت عمدہ کتاب ہے، اردو ترجمہ شائع ہوئی ہے) (۶)۔ ضمان الفردوس (بخاری کی ایک حدیث من یضمن لی ما بین لحییه أضمن له الجنة کی شرح ہے، دو بابوں میں) (۷)۔ بیان قدر شب براءت (۸)۔ رسالہ مذمت میلہ ہا (مسلمان ہندوؤں کے میلوں میں شرکت کرتے تھے اس کے رد میں لکھا گیا) (۹)۔ہدایات الاضاحی (۱۰)۔ فضائل درود وسلام (۱۱)۔**محاسن العمل الافضل فی الصلوۃ** مع تتمات (۵ تا ۱۱ ۱۲۷۲ھ میں لکھی گئیں) (۱۲)۔ فضائل علم وعلماء دین (۱۲۷۳ھ) (۱۳)۔ علم الصیغہ (۱۴)۔ وظیفہ کریمہ (وظائف میں) (۱۵)۔ خجستۂ بہار (گلستان کے طرز پر ادب کی کتاب ہے (تینوں ۱۲۷۶ھ) (۱۶)۔ احادیث الحبیب المتبر کہ (چہل حدیث ہے، مطبوع ہے) (۱۷)۔تواریخ حبیب الہ (سیرت کی کتاب)

(دونوں جزیرہ میں ۱۲۷۵ھ میں لکھی گئی) (۱۸)۔ ترجمہ تقویم البلدان (اس کا تذکرہ گزرچکا) (۱۹)۔ مواقع النجوم: جدید علم ہیئت پر، جس کو اس زمانہ کے گورنر جنرل نے بہت پسند کیا (۲۰)۔ **لوامع الأسرار و أسرار العلوم**، اس کتاب میں چالیس فنون کے ایک ایک مسئلہ کا انتخاب کرکے ہر مسئلہ پر چالیس ورق لکھنے کا التزام کیا، پوری کتاب میں سارے حروف بے نقط استعمال کئے، تفسیر میں آیت **وعلم آدم الأسماء كلها**، اور حدیث میں **كل مسكر حرام** (مسلم) کا انتخاب فرمایا، حتی کہ سب کے عنوانات بھی بے نقط تھے: علم التفسیر کا نام علم کلام اللہ، علم حدیث کا نام علم کلام الرسول (صلی اللہ علی رسولہ وسلم)، فقہ کا نام علم الاحکام وغیرہ رکھا، اکثر حصہ مکمل ہوگیا تھا، افسوس کے حضرت مفتی صاحب کے ساتھ یہ کتاب بھی دریا میں غرق ہوگئی [۱]

شرح ہدایۃ الحکمۃ وغیرہ پر حواشی بھی لکھے، ادب کا بھی ذوق تھا، اردو کے بھی اکثر شعراء کا کلام یاد تھا، مفتی صاحب موصوف کی بعض قلمی تحریریں مع دستخط مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانیؒ کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔

---

[۱] ان مصنفات میں سے چھ کتابیں نمبر ۱۳ تا ۱۸ جزیرہ انڈمین کے اندر جیل میں لکھی گئیں ہیں ۱۲۷۵ھ اور ۱۲۷۶ھ میں.

اکثر کتابوں کے نام تاریخی ہیں، تصنیف نمبر ۱۰ اور ۱۴ تا ۲۰ کے علاوہ سب نام تاریخی ہیں. ان سب کی تفصیلات کیلئے دیکھئے الکلام المبین کا مقدمہ ۳۴ تا ۳۸.

تاریخ نکالنے کا طریقہ یہ ہے: ابجد ھوز حطی کلمن سعفص قرشت ثخذ ضظغ

ا	ب	ج	د	ھ	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰
ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ								
۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰								

(مصباح اللغات ۲۵)

(وعلم الصیغہ اردو ۱۳۶)

علم الصیغہ : یہ کتاب جزیرہ انڈمین میں ۱۲۷۶ھ میں حافظ سید وزیر علی کی درخوست پر لکھی، اس کا دوسرا تاریخی نام قوانین جزیلہ حافظیہ بھی ہے (۱۲۷۶ھ) . ایک مقدمہ، چار ابواب اور ایک خاتمہ ہے.

تاریخی نام کی تفصیل اس طرح ہے :

ق	و	ا	ن	ی	ن	ج	ز	ی	ل	ه	ح	ا	ف	ظ	ی	ه
١٠٠	٦	١	٥٠	١٠	٥٠	٣	٧	١٠	٣٠	٥	٨	١	٨٠	٩٠٠	١٠	٥

علم الصیغہ کا مقام: فرمایا حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے: متأخرین کی کتابوں میں دو کتابیں بے نظیر ہیں: صرف میر، علم الصیغہ ......علم الصیغہ متحدہ ہندوستان کے ایک مرد مجاہد جو قاموس فیروز آبادی کے حافظ تھے اس کا سہرا انکے سر باندھا گیا، علم الصیغہ میں قوانین صرفی کا جس خوبی و جامعیت سے استقصاء کیا گیا ہے اسکی نظیر نہیں ہے، قوانین زرادی و دستور المبتدی، تصریف زُنجانی و شافیہ ابن حاجب وغیرہ فارسی عربی اسکا مقابلہ نہیں کر سکتیں. (علم الصغہ اردو ص۵)

فرمایا حضرت مفتی محمد شفیع عثمانیؒ نے: علم الصیغہ سب سے جامع اور بے نظیر کتاب اپنے مصنف کی ایک کرامت کا درجہ رکھتی ہے. (ایضا ص۷)

تلامذہ: آپ کے چند تلامذہ یہ ہیں: مولانا سید حسین شاہ بخاری، مولانا لطف اللہ علی گڈھی، مولوی امیر الدین احمد بخاری، مولوی حافظ عزیز الدین عباسی، مولوی حافظ نواب عبد العزیز خاں بریلوی، منشی مقصود احمد برادزادہ مولوی حکیم حبیب علی کاکوری، قاضی عبد الجلیل صاحب قاضی شہر بریلی، مولانا فدا حسین، مولانا محمد علی مونگیری بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ ۱۲۶۲ھ۱۳۴۶ھ [1]

[1] حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو

وفات : رہائی کے دو سال بعد مدرسہ فیض عام میں مولوی سید حسین شاہ بخاری کو مدرس اول اور مولوی لطف اللہ علی گڈھی کو مدرس دوم مقرر کر کے بذریعہ بحری جہاز حج کیلئے روانہ ہوئے، مفتی صاحب ہی امیر قافلہ تھے، جدہ کے قریب پہاڑ سے ٹکڑا کے جہاز ڈوب گیا، مفتی صاحب اور تمام رفقاء اسی میں غرق ہو کر شہید ہو گئے. انا للہ وانا الیہ راجعون، تاریخ وفات ۷/شوال ۱۲۷۹ھ، عمر ۵۲ سال کم دو یوم.

---

[1] حضرت مولانا محمد الحسنی صاحبؒ لکھتے ہیں: ۱۲۷۷ھ میں جو طلبہ سب سے پہلے مدرسہ فیض عام میں داخل ہوئے ان میں سرفہرست مولانا محمد علی مونگیریؒ بھی تھے، انھوں نے یہاں دو سال درسیات کی تکمیل میں صرف کئے، اور کتابوں کے علاوہ مفتی عنایت احمد صاحب کی مشہور کتاب علم الصیغہ انھوں نے خود مفتی صاحب سے پڑھی . (سیرت مولانا محمد علی مونگیریؒ از محمد حسنی ص۱۲)

بقول مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانیؒ: اسی مدرسہ کا فیض بالآخر ندوۃ العلماء کی شکل میں ظاہر ہوا. (ظفر المحصلین ص۳۸۳)

تنبیہ

یہ مضمون تین کتابوں سے ماخوذ ہے: (۱)۔ علم الصیغہ اردو کا مقدمہ از حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ کراچی، (۲)۔ الکلام المبین فی آیات رحمۃ للعالمین اردو کا مقدمہ از مولانا امداد اللہ انور مدظلہ ملتان، (۳)۔ اور جناب اختر راہی کے ایک مضمون سے جس کا عنوان ہے: جہاد آزادی ۱۸۵۷ء کا ایک مجاہد (البلاغ کراچی ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ)، اس کے علاوہ جو باتیں ہیں ان کا حوالہ لکھ دیا گیا ہے.

ھدایۃ النحو کا مصنف کون؟

ھدایۃ النحو درس نظامی کی مشہور ومقبول کتاب ہے مگراس کے مصنف کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں، یقین کے ساتھ تعیین نہیں کرسکتے، دواقوال اقرب الی الصواب معلوم ہوتے ہیں:

(ا) ۔ سراج الدین عثمان چشتی نظامی اودھی ، معروف باخی سراج اودھی .

(تاریخ ولادت معلوم نہیں)

شیخ نظام الدین محمد بدایونی کی خانقاہ میں حاضر ہوئے، علم کا شوق بھی تھا مگر خدمت میں ایسے مشغول ہوئے کہ پڑھنے لکھنے کا موقعہ نہیں ملا، شیخ نے کہا کہ اس کام میں پہلے علم کی ضرورت ہے ورنہ شیطان جاہل آدمی کو اپنا کھلونا بنالیتا ہے، وہاں مولانا فخر الدین زرادی (۶۵۱ھ ۔ ۷۲۷ھ) بھی موجود تھے انھوں نے فرمایا میں ان کو چھ ماہ میں عالم بنادوں گا، چنانچہ انکو پڑھانا شروع کیا اور مختصر ومفصل گردان کی ایک مختصر کتاب بنام **العثمانیۃ** ان کے لئے لکھی، اس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرتے رہے، مولانا رکن الدین اندرپتی سے کافیہ، مفصل، قدوری، اور مجمع البحرین وغیرہ کتابیں پڑھیں اور چھ ماہ میں ایسے ماہر بن گئے کہ کوئی آپ کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار نہیں تھا، لیکن اس کے بعد بھی مسلسل تین سال تک مزید تعلیم حاصل کرتے رہے حتی کہ ہرفن میں مہارت حاصل کرلی اور افتاوتدریس کے قابل ہو گئے.

اس کے بعد اپنے شیخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ (۶۳۶ھ ۔ ۷۲۵ھ) کے منشاء کے مطابق بنگال میں جاکر دین کی خدمت کی، ولایت کا اعلی درجہ حاصل تھا.

وفات : آپ کی وفات ۷۵۸ھ کو ہوئی.

تصانیف میں میزان الصرف، پنج گنج اور ہدایۃ النحو بتائی جاتی ہے، لیکن یہ صرف ایک رائے ہے، تحقیق نہیں ہے.

استاذ محترم مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں: صاحب سراج الدین فرماتے ہیں: میزان الصرف وجیہ الدین عثمان بن الحسین کی تصنیف ہے، اور صاحب تعداد العلوم علی حسب المفھوم نے تصریح کی ہے کہ یہ سراج الدین عثمان الاودی کی تصنیف ہے، جمہور علماء نے اس کو ترجیح دی ہے، چنانچہ مجھے ہدایت النحو کا ایک بہت پرانا نسخہ ملا اس کے ٹائیٹل پر ہدایت النحو کے بعد باقاعدہ مصنف کا نام سراج الدین اودھی لکھا ہوا تھا اور آپ کے نام کے آگے مصنف میزان بھی لکھا ہوا ہے . (تذکرۃ المصنفین ص ۷)

شروح: سب سے اچھی شرح درایۃ النحو سمجھی جاتی ہے، الھامیہ بھی ایک شرح ہے خاتمہ فی التوابع تک ہے، مصباح النحو اردو ازمولانا افتخار علی صاحب، کفایت النحو ازمولانا محمد حیات سنبھلیؒ ، شرح ہدایۃ النحو ازسید جعفرالہ آبادی م ۱۲۴۹ھ وغیرہ .

ابوحیان اندلسی النحویؒ

۲۔ ابوحیان محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان .

شوال ۶۵۴ھ ، نومبر ۱۲۵۶ء میں غرناطہ میں پیدا ہوئے .

اساتذہ: ابوجعفر بن زبیر، علامہ بدرالدین محمد بن سلطان بغدادی (منطق وعلم کلام)،

شیخ علم الدین عراقی (فقہ)، ابن الصائغ، ابوجعفر لیلیٰ، ابومحمد عبدالحق، حافظ ابوعلی حسین بن عبدالعزیز (قراءت) وغیرہ تقریباً ۴۵۰ اساتذہ سے علم حاصل کیا، جوانی ہی کے زمانہ سے علمی شہرت کے مالک ہوگئے، اپنے اساتذہ کی بھی مخالفت کرنے لگے، حتی کہ مخالفین کی شکایت کی وجہ سے وقت کے رئیس محمد بن نصر نے گرفتاری کا حکم دیدیا، جس پر وہ ملک چھوڑ کر ۶۷۸ھ ـ ۱۲۷۶ء میں مصر چلے گئے، اسکندریہ کی طرف سفر کے دوران ابوالقاسم خرقانی سے پھر اسکندریہ میں شیخ عبدالنصر بن علی مربوطی سے علم کی تحصیل کرتے رہے۔

صفات وکمالات

ہر فن میں ماہر تھے خصوصاً نحو وصرف اور تفسیر میں تو امامت کا درجہ رکھتے تھے، ان کا قول نحو میں مستند مانا جاتا ہے، سیوطی نے اپنی کتاب جمع الجوامع میں لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے ابوحیان کی تصانیف سے ماخوذ ہے، ان کو سیبویہ کی الکتاب زبانی یاد تھی، سیبویہ اور ابن مالک کی کتابیں زیادہ پیش نظر رہتیں، کافیہ ابن حاجب بالکل پسند نہیں تھی، اسکو **هذا نحو الفقهاء** کہہ کر مذاق اڑاتے تھے، ان کے معاصر صلاح الدین صفوی نے ان کو: **كان امير المؤمنين فی النحو** کہا ہے۔

تصانیف: تقریباً ۶۵ کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں البحر المحیط (عمدہ ترین تفسیر سمجھی جاتی ہے)، شرح التسہیل، منہج السالک شرح الفیہ ابن مالک اور ہدایۃ النحو (ایک قول کے مطابق) مشہور ہے۔

ان کی بیٹی نضار سے بہت محبت تھی، اس کی ۷۳۰ھ میں وفات کی وجہ سے بہت صدمہ ہوا اور ایک سال تک گوشہ نشین رہے اور حالات بدل گئے۔

شاگردوں میں ابن عقیل اور ابن ہشام کے نام ملتے ہیں۔

وفات: وفات ۷۴۳ھ ۱۳۴۲ء، یا ۷۴۵ھ ۱۳۴۴ء میں ہوئی۔

پروفیسر اختر راہی (ص ۳۷) اور مولانا عابد محمد نعیم (اصطلاحات فنون ص ۲۸۴) کی رائے ہے کہ ہدایۃ النحو ابوحیان کی تصنیف ہے۔

(تذکرہ مصنفین درس نظامی از اختر راہی ص ۳۵ تا ۳۷)

لیکن اختر راہی کی رائے پر یہ اشکال ہے کہ انھوں نے نقل کیا ہے کہ (کافیہ ابن حاجب بالکل پسند نہیں تھی) تو اس کی تلخیص کیسے لکھی؟ ہدایۃ النحو کے شروع میں تصریح ہے **جمعت فيه مهمات النحو على ترتيب الكافيه**، دونوں میں جوڑ نہیں بیٹھتا۔

سیرت خاتم الأنبیاء ﷺ

حضرت مفتی محمد شفیع بن مولانا محمد یاسین دیوبندی ثم کراچی رحمہ اللہ۔

ولادت ۱۳۱۴ھ میں دیوبند میں ہوئی، تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی، اساتذہ میں علامہ انور کشمیری، مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا اصغر حسین، مولانا اعزاز علی، مولانا ابراہیم بلیاوی اور مولانا رسول خاں رحمہم اللہ شامل ہیں، دارالعلوم دیوبند اور جامعہ ڈابھیل میں خدمات انجام دیں، پھر پاکستان ہجرت فرمائی اور دارالعلوم قائم فرمایا، بہت ساری کتابوں کے مصنف ہیں۔

وفات ۱۰ رشوال ۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء میں کراچی میں ہوئی۔ (حیات مفتی اعظم از مفتی محمد رفیع صاحبؒ)

کافیہ

عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس، ابوعمرو کنیت، لقب جمال الدین، آپ کے والد امیر عزالدین موسک صلاحی کے دربان تھے جس کو عربی میں حاجب کہتے ہیں، اسلئے آپ ابن حاجب سے مشہور ہوئے۔

۵۷۰ھ کے آخر میں مصر کے ایک صوبہ کے اسنا نامی شہر میں پیدا ہوئے۔

قاہرہ میں قرآن کریم پڑھا، پھر فقہ مالکی اور دیگر علوم حاصل کئے، پھر جامع دمشق میں رہ کر مزید فقہ مالکی اور دیگر علوم میں اور زیادہ مہارت حاصل کی اور خصوصاً عربیت میں کمال کا درجہ حاصل کیا، ابن خلکان نے آپ کی مہارت و کمالات کو تفصیل سے بیان کیا ہے، آپ کو نحو میں اتنا عبور حاصل تھا کہ بہت سے مسائل میں عام نحویوں کے خلاف لکھا اور بعض قواعد میں ایسے ایسے اشکالات پیش کئے کہ انکا جواب ممکن نہیں۔

نحو میں مختصر اور جامع متن الکافیہ لکھی جو بہت سے مدارس میں داخل نصاب ہے اور ۴۰ سے زیادہ اس کی شروح لکھی جا چکی ہیں، اسی طرح صرف میں الشافیہ بھی لکھی جو بعض مدارس میں داخل درس ہے، یہ دونوں کتابیں اصل میں مستقل تصنیف نہیں ہیں بلکہ اپنے اپنے فن میں مقدمہ ہیں، اور مصنف نے دونوں کی شرح بھی لکھی ہے۔

دمشق سے پھر قاہرہ آئے، ایک مدت قیام کے بعد اسکندریہ گئے اور وہیں پنجشنبہ ۲۶/ شوال ۶۴۶ھ کو وفات ہوئی اور شیخ صالح بن ابی اسامہ کی قبر کے قریب باب البحر کے باہر مدفون ہیں۔ (تذکرۃ المصنفین ص۲۲ از ابن خلکان)

مأة عامل

ابوبکر عبد القاہر بن عبد الرحمٰن جرجانی شافعیؒ، جرجان (طبرستان) میں پیدا ہوئے، شافعی اشعری تھے۔

ابوعلی فارسی کے خواہر زادہ اور امام سیبویہ سے علم حاصل کیا، علوم عربیہ: نحو، معانی، بیان، بدیع اور عربی دانی میں امام مانے جاتے ہیں، آپ کو واضع علم بیان کہا گیا ہے۔

۴۷۱ھ یا ۴۷۴ھ میں وفات ہوئی۔

آپ بڑے زبردست عالم تھے، کتابیں بہت لکھیں، جن میں مأة عامل، الجمل، العمدۃ، اعجاز القرآن، دلائل الاعجاز، اسرار البلاغہ وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔

(تذکرۃ المصنفین ص۲۸، ظفر المحصلین ص۳۸۶، حالات مصنفین ص۸۳)

مشہور مقولہ ہے: **مافهم القرآن الا الأعرجان: عبد القاهر الجرجاني و جار الله زمخشري**، مولانا ادریس کاندھلویؒ اس طرح فرماتے تھے: **ما فهم القرآن الا الأعرجان، واحد من زمخشر والثاني من جرجان.**

شرح مأة عامل

ابوالحسن، زین الدین علی بن محمد، سید شریف جرجانی سے مشہور ہیں، جُرجان میں ۲۲ رشعبان ۷۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔

اساتذہ: مبارک شاہ (تلمیذ قطب الدین رازی)، اکمل الدین بابرتی (شارح ہدایہ)، قاضی عضدالدین ایجی اور سعدالدین تفتازانی وغیرہ۔

تصوف: خواجہ علاءالدین عطار بخاری خلیفہ شیخ بہاءالدین نقشبندی سے حاصل کیا۔

وفات ۸۱۶ھ شیراز میں بدھ کے دن ہوئی۔

کتابیں بہت لکھیں جن میں نحو میر، صرف میر، شرح ماۃ عامل، میر قطبی، صغری، کبری، شرح مواقف، شریفیہ (مناظرہ میں)، شرح سراجی، مختصر الجرجانی فی أصول الحدیث زیادہ مشہور ہیں۔

ان کے اور تفتازانی کے درمیان مشہور مناظرہ ہوا تھا جو تفتازانی کی وفات کا سبب بنا، یہ قصہ مختصر اتفتازنی کے تذکرہ میں مذکور ہے (شرح عقائد کے ذیل میں)۔

(حالات مصنفین ۷۶)

کتاب النحو اور کتاب الصرف کے مصنف

حافظ عبدالرحمٰن بن مولوی حافظ الدین عمرالدین ہوشیار پوری۔

امرتسر (پنجاب) میں ۱۲۵۶ھ مطابق ۱۸۴۰ء کو پیدا ہوئے اور ۲۷: اکتوبر ۱۹۱۰ء ۱۳۲۸ھ میں وفات پائی، مسلکاً اہل حدیث تھے۔

بڑے سیاح بھی تھے، دو مرتبہ دنیا کے مختلف ملکوں کا سفر کیا: عرب، الجزائر، شام، استنبول، بیت المقدس، مصر، مراکو، فرانس، انگلستان، افریقہ، سسلی وغیرہ، تقریباً ۱۱ سال سفر میں گزارا، دوسرے سفر سے واپسی میں ۱۹۰۶ء حج سے بھی مشرف ہوئے۔

۱۹۰۸ء حکومت ہند کی طرف سے ہندوستان کے تمام صوبوں کی سیاحت کی اور سیاحتِ ہند کتاب لکھی جس پر آپ کو چار سو روپئے انعام ملے۔

تصانیف میں عربی بول چال، الصدیق، المرتضی، کتاب الصرف و کتاب النحو شامل ہیں۔

(حالات مصنفین از مولانا محمد عثمان معروفیؒ ص ۱۱۶)

مراح الارواح

احمد بن علی بن مسعود

(ان کے حالات نہیں ملے)

شذورالذہب

نام عبداللہ بن یوسف بن احمد بن عبداللہ بن ہشام ہے، کنیت ابومحمد، لقب جمال الدین، ذوقعدہ ۷۰۸ھ میں مصر میں ولادت ہوئی۔

شہاب عبداللطیف بن المرحل، ابن السراج، تاج تبریزی اور تاج فاکہانی وغیرہ سے علوم حاصل کئے اور ابوحیان سے دیوان زہیر بن ابی سلمی سنی۔

پہلے شافعی مذہب پڑھا پھر حنبلی بن گئے، مختصر الخرقی کو وفات سے پانچ سال قبل چار ماہ کی مدت میں حفظاً یاد کرلی، نحو وعربیت میں اتنی مہارت حاصل کی کہ اپنے بعض اساتذہ سے بھی آگے بڑھ گئے۔

تصانیف: آپ کثیر التصانیف تھے، شذورالذہب اور اس کی شرح، بہت عمدہ اور آسان کتاب ہے، مثالیں اکثر قرآن سے پیش کرتے ہیں، اس سے بھی زیادہ مشہور کتاب **المغنی عن کتب الاعاریب** ہے جو اپنے فن میں بے مثال ہے، قطر الندی اور اس کی شرح، شرح التسہیل، عمدۃ الطالب فی تحقیق تصریف ابن حاجب، شرح بانت سعاد اور شرح قصیدہ بردہ وغیرہ۔

وفات شب جمعہ ۵/ذوقعدہ ۷۶۱ھ میں ہوئی، عمر ۵۳ سال۔

(تذکرۃ المصنفین ص ۴۰)

علم الصرف، علم النحو اور روضۃ الادب

مولانا مشتاق احمد چرتھاولی، چرتھاول ضلع مظفر نگر یوپی کے باشندہ تھے، مولانا نظام الدین کیرانویؒ سے درسی کتابیں پڑھیں، پھر اجمیر جاکر تکمیل کی، دہلی اور رنگون میں دینی خدمات انجام دیں، پھر دہلی آکر عربی وفارسی میں مختلف کتابیں لکھیں، پھر دیوبند میں اشاعت الادب کے نام سے ایک کتبخانہ جاری کیا جو بعد میں مدنی کتب خانہ کے نام سے موسوم ہوا، یہیں ۱۹۵۲ء ۱۳۷۱ھ یا ۱۳۷۲ھ میں انتقال ہوا، آپ نے علم النحو، علم الصرف اور روضۃ الادب وغیرہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔

(تذکرۃ المصنفین حبیبی ص ۱، تذکرہ مصنفین راہی ص ۳۱۵)

قصص النبیین والقراءۃ الراشدہ

مولانا ابوالحسن علی بن مولانا عبدالحئی حسنی ندوی (صاحب نزھۃ الخواطر)

ولادت شاہ علم اللہ رائے بریلی یوپی میں ۶ رمحرم ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں ہوئی، تعلیم کی ابتداء والدہ محترمہ نے قرآن مجید سے کیا، والد صاحب حکیم مولانا عبدالحئی ندوی (صاحب نزھۃ الخواطر) کا انتقال ۱۳۴۱ھ میں ہوگیا، والدہ محترمہ اور بھائی مولانا حکیم عبدالعلی نے تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ۱۹۲۹ھ میں داخل ہوئے اور علامہ حیدر حسن خاں سے صحیحین، ترمذی وابوداود دوسال میں پڑھی، فراغت دارالعلوم ندوہ العلماء سے ہوئی، ۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲ء میں حضرت مدنی کی صحبت میں چند ماہ رہ کر بخاری وترمذی اور حضرت مولانا اعزاز علی سے علم فقہ اور مولانا اصغر علی صاحب سے تجوید پڑھی، شیخ خلیل عربؒ انصاری اور مولانا احمد علی لاہوریؒ سے بھی تفسیر کا کچھ حصہ پڑھا، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری سے سند حدیث حاصل کی۔

وفات: ۲۲ ررمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو سورۂ یسین شریف پڑھتے ہوئے ولادت کی جگہ میں ہوئی۔

کتابیں بہت لکھیں جیسے القراءۃ الراشدہ ۳ حصے، قصص النبیین ۵ حصے وغیرہ۔

(حالات مصنفین ۱۰۸ اور دیکھئے ماہنامہ رابطہ دہلی خصوصی نمبر ص ۱۰ تا ۱۸)

قصیدہ بردہ

نام ونسب اور خاندان: آپ کا نام محمد ہے اور کنیت ابوعبداللہ اور لقب شرف الدین۔

نسب نام اس طرح ہے: ابوعبداللہ شرف الدین محمد بن سعید بن حماد بن محسن البوصیری الدِلاصی المصری الشافعی الشاذلیؒ۔

۱ رشوال ۶۰۸ھ بروز منگل مصر کے ایک گاؤں دِلاص میں پیدا ہوئے، اسی وجہ سے دلاصی کہے جاتے ہیں، بعض علماء نے کہا کہ بھشیم جگہ میں پیدا ہوئے، سن ولادت کے بارے میں ۶۰۷ھ اور ۶۱۰ھ کے اقوال بھی ہیں لیکن پہلا زیادہ مشہور ہے۔

آپ کے والد بوصیر کے رہنے والے تھے اور آپ کی والدہ دِلاص کی، زیادہ تر قیام بوصیر میں رہا اسلئے بوصیری سے معروف ہیں، اصلاً آپ کا خاندان عرب سے نہیں تھا بلکہ ان کا تعلق بربر نسل کے ایک بڑے قبیلہ صُنہاجہ کی شاخ بنوحبنون سے تھا، آباء واجداد قلعہ بنی حماد سے ترک وطن کر کے ملک مصر کے علاقہ صعید (یعنی بالائی علاقہ) کے قصبہ بوصیر میں آباد ہوگئے اور اسی سے مشہور ہوگئے۔

تعلیم تربیت: آپ کی تعلیم حفظِ قرآن سے شروع ہوئی اور ۱۳ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا، پھر قاہرہ آئے اور مسجد شیخ عبدالظاہر میں دینی علوم: لغت، نحو، صرف اور معانی وعروض وغیرہ حاصل کئے، ادب عربی اور تاریخ اسلام اور خصوصا سیرۃ النبی ﷺ کا بھی خوب درس لیا، پھر بعض حالات کی وجہ سے تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

آپ کے اساتذہ کے بارے میں کوئی تصریح نہیں معلوم، شاید حافظ ابن دِحیہ اندلسی م ۶۳۳ھ بھی آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

آپ نے اسکندریہ کا سفر کر کے شیخ ابوالعباس مرسیؒ م ۶۸۶ھ سے تعلق قائم کر کے اپنی اصلاح کی۔

آپ کے چند تلامذہ یہ ہیں: ابوحیان اندلسی نحوی م۷۴۵ھ، ابن سید الناس الیعمُری م۷۳۴ھ، قاضی بدرالدین ابن جماعہ م۷۳۳ھ وغیرہ .

حالات و واقعات: آپ نے قاہرہ میں ایک مکتب بھی جاری کیا تھا لیکن وہ باقی نہ رہ سکا، تعلیم کے دوران آپ نے خطاطی اور کتابت بھی سیکھ لی تھی، بعد میں اس میں کمال حاصل کر کے اسی کو ذریعۂ معاش بنایا، شعر شاعری میں شروع ہی سے ماہر تھے، اپنے زمانہ کے شعراء الجزّار اور الورّاق وغیرہ پر فائق تھے، پہلے بادشاہوں اور امراء سے بھی تعلق رہا اور کچھ سال سرکاری ملازمت بھی کی اور بادشاہوں اور امراء کی مدح و مذمت میں قصائد بھی کہے، لیکن بعد میں آپ کی زندگی بالکل پلٹ گئی، جس کا قصہ یہ پیش آیا کہ ایک روز شاہی دربار سے واپس آرہے تھے کہ راستہ میں ایک بزرگ ملے اور پوچھا کہ کیا آج رات تمہیں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی؟ امام بوصیریؒ کا جواب تھا کہ کہاں میں اور کہاں یہ سعادتِ عظمیٰ؟ بس بزرگ کی یہ بات دل میں اتر گئی اور دل میں نبی ﷺ کی ایسی محبت پیدا ہوئی کہ گھر آکے سوئے تو خواب میں واقعی نبی ﷺ کی زیارت ہوگئی، نبی ﷺ صحابہ کی جماعت میں ایسے قیام فرما ہیں جیسے بدر ستاروں کی جُھرمٹ میں، بیدار ہوئے تو دل عشق رسول سے معمور تھا، اب پچھلی زندگی سے توبہ کی اور اپنے تمام قصائد آنحضور ﷺ کی مدح اور تذکرہ کیلئے خاص کردیئے پھر حج کی بھی توفیق ہوئی اور غالباً ۶۵۴ھ کے بعد پہلی مرتبہ زیارت و حج کی سعادت نصیب ہوئی.

قصیدہ بردہ: حج کے چند سال بعد آپ کے جسم کو فالج لگ گیا جسکی وجہ سے آدھا بدن بیکار ہوگیا، بہت علاج کیا لیکن ؎ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی
سوچتے سوچتے دل میں خیال آیا کہ آنحضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا کروں، چنانچہ انھوں نے حضور ﷺ کی مدح میں قصیدہ تیار کیا اور اس کو پڑھ کر رو رو کر دعا کی، اسی حالت میں نیند آگئی، آپ نے خواب میں نبی ﷺ کی زیارت کی، آپ ﷺ نے آپ کے مفلوج بدن پر ہاتھ پھیرا اور آپ کو ایک دھاری دار (رنگین) چادر عطاء فرمائی، جب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ساری بیماری دور ہوچکی ہے اور چادر بھی موجود تھی، جب

بیدار ہوکر باہر نکلے تو ایک بزرگ (شیخ ابوالرجاء الصدیق ملے اور انھوں نے کہا کہ وہ اشعار مجھ کو دو جو تم نے نبی ﷺ کی مدح میں کہے ہیں، آپ نے کہا کونسا قصیدہ؟ میں نے آپ ﷺ کی مدح میں کئی اشعار کہے ہیں تو انھوں نے کہا جو **أمن تذكّر جيران بذى سلم** سے شروع ہوتا ہے، آپ کو بہت تعجب ہوا کہ میں نے تو کسی کو بتایا بھی نہیں آپکو کیسے معلوم ہوگیا؟ تو اس بزرگ نے فرمایا کہ رات کو دربار رسالت میں جب یہ قصیدہ پڑھا جارہا تھا تو میں بھی سن رہا تھا، آپ نے وہ قصیدہ بزرگ کو دیا اور لوگوں میں بہت مشہور ہوا، اس قصیدہ کا اصل نام **الكواكب الدرية فى مدح خير البرية** ہے، اور یہ قصیدہ ۶۵۹ھ یا ۶۶۰ھ میں لکھا گیا ہے اور اس کے بعد کم وبیش ۳۵ سال آپ صحیح سالم زندہ رہے اور اسی چادر کی وجہ سے اس قصیدہ کا نام قصیدہ بردہ مشہور ہوگیا، بعضوں نے وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ اس کے اشعار اور اس کے مضامین رنگارنگین اور خوبصورت ہیں اس لئے اس کو رنگین چادر سے تشبیہ دے کر بردہ کہا دیا گیا ہے. اور بھی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں، مشہور پہلا ہی ہے.

فوائد و برکاتِ قصیدہ بردہ: اللہ تعالی نے اس قصیدہ کو جو مقبولیت عطا فرمائی وہ محتاج بیان نہیں، سعدالدین فاروقی م۶۹۱ھ ایک مرتبہ بیمار ہوگئے، قریب تھا کہ اندھے ہوجائیں بہت علاج کرایا لیکن فائدہ نہیں ہوا، ایک بزرگ کی خواب میں زیارت ہوئی انھوں نے مشورہ دیا کہ وزیر بہاءالدین کے پاس جاؤ اور ان سے بردہ شریف لیکر آنکھ پر ملو، ان شاءاللہ شفاء ہوگی، چنانچہ سعدالدین نے وزیر کو اپنا قصہ سنایا اور قصیدہ کو اپنی آنکھ پر رکھا تو فوراً اللہ تعالی نے شفاء عطا فرمادی .

جلال الدین محلی صاحب جلالین بیان فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نے ابوبکر صدیقؓ کو خواب میں دیکھا کہ وہ قصیدہ بردہ کے شعر نمبر ۵۷۔۵۸ کو بطور مرثیہ سرورِ کائنات ﷺ پڑھ رہے تھے.

اور بھی بہت سے واقعات شروح میں مذکور ہیں.

نیز اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہر زمانہ میں اس کی شرحیں یا حواشی اور مختلف زبانوں میں اس کے تراجم لکھے جارہے ہیں بطور نمونہ چند کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

شیخ عمر فارسیؒ م ٧٤٥ھ، شیخ ابوعثمان بیریؒ م ٧٥١ھ، شیخ تلمسانی حنبلیؒ م ٧٧٦ھ، علامہ تفتازانیؒ م ٧٩٢ھ، شیخ بدرالدین زرکشی م ٧٩٤ھ، شیخ فخرالدین شیرازیؒ، ابن ھشام نحویؒ م ٧٦١ھ، جلال الدین محلیؒ م ٨٦٤ھ، ملاعلی قاریؒ م ١٠١٤ھ، عمرخرپوتیؒ م ١٢٩٩ھ، ابراھیم باجوریؒ م ١٢٧٦ھ، علامہ قسطلانی م ٩٢٣ھ، عصام الدین اسفرائنی (فارسی)، محمد مکی آفندی، شیخ سعداللہ خلوتی (ترکی)، مولانا ذوالفقار دیوبندیؒ م ١٣٢٢ھ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ م ١٣٦٢ھ وغیرہم

بہت سے علماء اس کی سند حاصل کرتے تھے اپنے مشائخ سے، چنانچہ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے قاضی بہلول بدخشانی سے اجازتِ قراءت حاصل کی، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ١١٤٣ھ میں حج و زیارت کے موقع پر شیخ ابوطاہر کردی مدنی سے اس کی اجازت حاصل کی وغیرہ.

اس کے بہت سے اشعار بلکہ تمام اشعار برکات اور دفع بلاء کیلئے مجرب ہیں، خود صاحب قصیدہ علامہ بوصیری کو انہی اشعار کے صدقہ میں فالج سے شفا ملی تھی جیسا کہ گزرا، تفصیل شروح میں ملے گی.

نیز فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بھی بہت فائق ہے، لفظی و معنوی خوبیوں کا جامع ہے.

قصیدہ کا وزن : اس قصیدہ کا وزن مُستَفعِلُن فاعِلُن ، مُستَفعِلُن فاعِلُن ہے، اسکو بحر بسیط کہتے ہیں، اس میں سے پہلا مستفعلن کبھی کبھی مفاعلن اور دوسرا فاعلن کبھی کبھی فعِلن پڑھا جاتا ہے.

أمن تذكّرِ جِيرانٍ م بِذى سَلمٍ   مَزَجتَ دَمعاً جرَى مِن مُقلةٍ بدمٍ

١ مُـفـاعِـلُـن فـعـلـنْ مستـفـعـلن فـعـلـن
أمّـنْ تـذَكْ كُـرِجـيْ رانِـنْ بِـذىْ سَـلمـى

٢ مُـفـاعِـلُـن فـاعِـلـن مستـفـعـلن فـعـلـن
مَـزَجْـت دَمْ عَـنْ جـرا منْ م مُـقْـلتِـنْ بـدَمـى

دَع ما ادّعتْه النصارى فى نبيِّهم   و احكُم بما شِئتَ مدحاً فيه و احتَكِم

٣ دَعْ مَـدْ دَعَـتْ هُـنْ نَـصـا را فـى نَبِـىْ، يِهِـمـى
مُسْتَـفْـعِـلُـنْ فـاعِـلُـن مُسْتَـفـعِـلُـن فـعِـلُـنْ

٤ وَحْ كُـمْ بِـمـا شِـئـتَ مَـدْ حَـنْ فيـه وَحْ تَـكـمـى
مُسْتَـفْـعِـلُـنْ فـاعِـلُـن مُسْتَـفْـعِـلُـنْ فـعِـلُـن

وفات: اسکندریہ مصر میں (جو قاہرہ سے ١٣٠ میل کے فاصلہ پر ہے) وفات ہوئی مگر امام شافعیؒ کی قبر کے قریب قاہرہ میں مدفون ہیں، سن وفات میں اختلاف ہے ٦٩٤ھ، ٦٩٥ھ، ٦٩٦ھ .

(ماخوذ از برکاتِ بردہ، زبدۃ العمدہ، عصیدہ الشھدہ، الذخر والعدّہ، بردۃ المدیح، ذکر سید الکونین ﷺ)

اس قصیدہ اور اس کے اشعار کے فوائد و برکات تجربات سے ثابت شدہ ہیں یہ کوئی سنت عمل نہیں ہے، اسلئے اس پر اعتراض کرنا صحیح نہیں، بعض اشعار میں کچھ غلو جیسا معلوم ہوتا ہو یا کوئی اور علمی اشکال ہوتا ہو تو اس کی تاویل کرلیں گے، شعر شاعری میں کچھ نہ کچھ غلو ہو ہی جاتا ہے، مصنف صحیح العقیدہ مسلمان تھے ان پر حسن ظن کا یہی تقاضا ہے بلکہ بعض اشعار میں صاف اس کو واضح بھی کردیا ہے جیسے

دَع ما ادّعتْه النصارى فى نبيِّهم   و احكُم بما شِئتَ مدحاً فيه و احتَكِم

(یہ اعتراض بعض عرب علماء کی طرف سے ہے، ایک ندوی سلفی عالم مولانا مسعود عالم بھی لکھتے ہیں : بلاشبہ اس میں کہیں کہیں مقام نبوت سے تجاوز ہوگیا ہے، لیکن اس کا ہر شعر دردوسوز سے بھرا ہوا ہے. تذکرہ مصنفین راہی ص ٣١٤)

مفیدالطالبین

مولانا احسن بن حافظ لطف علی بن محمد حسن نانوتویؒ، نانوتہ ضلع سہارنپور یوپی کے رہنے والے تھے.

تقریباً ۱۲۴۱ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی، پھر دہلی جاکر مولانا عبدالغنی مجددی، مولانا مملوک علی نانوتویؒ، مولانا احمد علی سہارنپوریؒ وغیرہ سے علم حاصل کیا.

حافظ قرآن، واعظ خوش بیان، مفسر قرآن، محدث سب ہی صفات کے حامل تھے.، بنارس، بریلی کالج میں درس دیا، بریلی میں ایک مطبع صدیقی کے نام سے قائم کیا اور وہاں ۱۲۸۹ھ میں ایک مدرسہ مصباح العلوم قائم کیا جہاں مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے بھی درس دیا، پھر حج کیا اور نانوتہ میں قیام کیا اور وہاں مدرسہ احسن العلوم بھی قائم کیا.

وفات رمضان ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۵ء میں دیوبند میں ہوئی.

بہت سی کتابیں لکھیں: مفیدالطالبین، احسن المسائل ترجمہ کنزالدقائق، غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار (ابتدائی حصہ)، ترجمہ احیاء العلوم للغزالی وغیرہ

(مقدمہ شرح مفیدالطالبین از استاذ محترم حضرت مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی
وحالات مصنفین ص ۱۰۱ مولانا عثمان معروفیؒ)

کلیلہ ودِمنہ

ابومحمد عبداللہ بن المقفع، مسلمان ہونے سے پہلے روزبہ بن داذُویہ نام تھا، اس کا باپ ملک فارس کے خراج کا ذمہ دار تھا اس نے اس میں سے چوری کی جس پر حجاج نے اس کے ہاتھ میں مارا جس کی وجہ سے اس کا ہاتھ اینٹھ گیا (سکڑ گیا)، اس وقت سے اس کا لقب پڑ گیا: مقفّع (سکڑے ہوئے ہاتھ والا)، ولادت تقریباً ۱۰۶ھ میں ہوئی، بصرہ میں تعلیم حاصل کی، اصلاً وہ اور اسکا باپ فارسی النسل مجوسی تھا، بعد میں سفاح کے چچا عیسی بن علی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا لیکن صرف ظاہراً (یعنی منافق تھا جس کی تفصیل سیر اعلام النبلاء اور المنتظم میں ہے)، عربی فارسی کا زبردست ادیب تھا، ترجمہ کرنے میں اسکو بڑی مہارت تھی، ابوجعفر منصور کے زمانہ میں کتب منطق اور ارسطاطالیس کی کتابوں کا ترجمہ اسی نے کیا، **کلیلہ و دمنہ** ہندوستان کے ایک فلسفی آدمی بیدباء نامی نے ایک بادشاہ دبشلیم کے حکم سے لکھا تھا جس سے متاثر ہوکر بادشاہ نے اس کے سر پر تاج دکھ دیا اور اس کو اپنا وزیر بنالیا، پھر نوشیرواں بادشاہ نے ۵ لاکھ دینار کے عوض خرید کر حکیم برزویہ کے ذریعہ فارسی میں ترجمہ کروایا، پھر ابن المقفع نے عربی میں ترجمہ کیا (کتاب کے شروع میں اکثر باتیں مذکور ہیں)، فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے عربی سیکھنے کیلئے بے نظیر کتاب ہے، سترہ ابواب پر مشتمل ہے، اخلاقیات پر شامل ہے، چڑیوں اور جانوروں کی زبان میں باتیں ذکر کی گئی ہیں، بعد میں اس کو ملخص اور اس کو منظوم بھی کیا گیا، انہی میں سے انوار سہیلی ہے جو ملا حسین بن علی کاشفی م ۱۵۰۵ء نے امیر سہیلی کے لئے ملخص کر کے فارسی میں ترجمہ کیا، الادب الصغیر اور الادب الکبیر بھی اسکی مشہور کتابیں ہیں.

وفات: ۱۴۲ھ میں ہوئی، خلیفہ منصور اور سفیان بن معاویہ نے کسی سیاسی مسئلہ کی وجہ سے قتل کردیا، بعضوں کا کہنا ہے کہ اس نے منصور کے خلاف کچھ کلمات کہے تھے تو اس نے سفیان کو قتل کا اشارہ کیا، ایک روایت ہے کہ سفیان کے خلاف کچھ کہا تھا جس کی وجہ اس نے اسکو قتل کردیا۔

(تذکرۃ المصنفین ص ۱۳۴)

(تفصیلی حالات کیلئے دیکھئے ابن الجوزی کی المنتظم فی تاريخ الملوك و الامم ۸/ ۵۲ : سنة ۱٤٤ اور ذہبی کی سير اعلام النبلاء ٦/ ۲۰۸: ۱۰٤ ، لسان الميزان ٥/ ۲۲ : ٤٤٧٥ ، البدايه والنهايه ۱۰ / ۹٦ ، كشف الظنون ۲ / ۱٥۰۷ ، تاريخ الادب العربی لعمر فروخ ۲ / ٥۱ ، معجم المطبوعات العربيه و المعربه ۱/ ۲٥۰ وغيره)

نفحة العرب

مولانا اعزاز علی بن مزاج علی امروہیؒ ، شیخ الفقہ والادب کے لقب سے مشہور ہیں، امروہہ ضلع مرادآباد کے باشندہ تھے، ۱۳۰۰ھ میں شہر بدایوں میں پیدا ہوئے، آپ کا خاندان شاہجہاں پور پھر تلہر چلا گیا تو آپ نے قرآن حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم شرح جامی تک وہیں حاصل کی، اساتذہ: آپ کے والد محترم (فارسی وغیرہ)، مفتی کفایت اللہؒ (شرح وقایہ)، پھر دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پوری کی، ۱۳۲۱ھ میں فراغت ہوئی، مولانا احمد بن مولانا قاسم نانوتویؒ (ہدایہ)، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (بخاری، ترمذی، ابوداود، ہدایہ وغیرہ)، فتوی کی مشق مفتی عزیز الرحمٰن سے حاصل کی، ہمشیرہ کی وفات کی وجہ سے میرٹھ میں بھی رہے اور وہاں بھی تعلیم حاصل کی۔

خدمات :نعمانیہ بھاگلپور (بہار)، شاہجہاں پور (افضل المدارس) میں مدرس رہے، اور ۱۳۳۰ھ سے دیوبند میں تدریس شروع کی اور تا حیات یہیں کامیاب مدرس رہے اور علم الصیغہ، مفید الطالبین، نور الایضاح سے لیکر دورۂ حدیث تک کی کتابیں پڑھائیں، مفتی بھی رہے، درمیان میں ایک سال حیدرآباد بھی پڑھایا، ۱۳۴۷ھ تا ۱۳۴۸ھ پھر دوبارہ ۱۳۶۴ھ تا ۱۳۶۶ھ دیوبند میں مفتی رہے، ۲۴۸۵۵ فتاوی لکھے گئے۔

دارالعلوم کے ماہنامہ القاسم اور الرشید میں مضامین لکھتے تھے جو بہت پسند کئے گئے اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس سے متاثر ہوکر آپ کو اعزاز العلماء کا لقب دیا، اور دار العلوم نے آپ کو ان رسالوں کا مدیر بنایا۔

آپ کی تصنیف کردہ کتابوں میں نفحۃ العرب، حاشیہ مفید الطالبین، حاشیہ متنبّی وحاشیہ حماسہ، حاشیہ نور الایضاح، حاشیہ قدوری، حاشیہ کنز الدقائق وحاشیہ شرح نقایہ وغیرہ ہیں، ملا علی قاری کی کتاب شرح نقایہ بہت بلند پایہ کتاب ہے، علامہ انور شاہ کشمیریؒ ملا علی قاری کی کتابوں کو زیادہ بلند پایہ خیال نہیں کرتے تھے، حتی کہ ان کی مرقاۃ پر شیخ عبدالحق کی **اشعة اللمعات** کو ترجیح دیتے تھے، لیکن شرح نقایہ کے بہت مداح تھے، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قاری نے اس کے علاوہ کوئی کام نہیں کیا، علامہ کشمیریؒ کے ایماء پر مولانا ازاز علی نے شرح نقایہ کے متن کی تصحیح کی اور حاشیہ لکھا۔

وفات : ۱۳/ رجب ۱۳۷۴ھ کو دیوبند میں ہوئی، مزار قاسمی میں مدفون ہیں۔

(از تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲/ ۹۳ و ۱۵۲، حالات مصنفین ص ۱۰۶ وظفر المحصلین ۳۷۱ وتذکرہ مصنفین درس نظامی از اختر راہی ص ۷۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرقاۃ (منطق) اوراس کے مصنف

نام فضل امام ہے، والد کا نام محمد ارشد ہے، نسب نامہ اس طرح ہے:

فضل امام بن محمد ارشد بن حافظ محمد صالح بن ملا عبدالواحد بن عبدالماجد بن قاضی صدر الدین بن قاضی اسماعیل ..... ہرگامی .... الخ

چودہ واسطوں کے بعد آپکا اور شاہ ولی اللہؒ کا شجرۂ نسب مل جاتا ہے، اور تینتیس (۳۳) واسطوں کے بعد خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ سے مل جاتا ہے، اسی وجہ سے آپ کو فاروقی بھی کہا جاتا ہے.

خیرآباد ضلع سیتاپور میں پیدا ہوئے، اس کا پرانا نام خیر البلاد تھا اور یہ شہر بہت معروف تھا، پھر وہاں سے شاہجہاں آباد میں سکونت اختیار کرلی تھی .

خدمات: آپ کے اساتذہ میں مولانا سید عبدالواجد کرمانی خیرآبادی اور ملا محمد ولی بن قاضی غلام مصطفیٰ فرنگی محلی ہیں، کرمانیؒ سے زیادہ تر علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کئے، مولانا شاہ صلاح الدین صفوی کو پامئوی کے مرید تھے.

درس وتدریس کا مشغلہ بھی رہا، افہام وتفہیم کا مادہ بہت اچھا تھا کہ کوئی طالبعلم ایک مرتبہ درس میں حاضر ہوجاتا تو چھوڑنے کی ہمت نہ کرتا.

آپ کے تلامذہ میں آپ کے صاحبزادہ مولانا فضل حق (م ۱۲۷۸ھ) اور مفتی صدرالدین خان آزردہ (م ۱۲۸۵ھ) اور قاضی ثناء الدین بدایونی (م ۱۲۷۸ھ) اور شاہ غوث علی پانی پتی اور مولوی جعفر لکھنویؒ (م ۱۲۳۲ھ) ہیں.

ایک مرتبہ مولانا نے حضورﷺ کی زیارت کی اور دیکھا کہ آپﷺ آپ کے مکان میں حاضر ہوئے، اور فلاں کمرہ میں اقامت پذیر ہوئے، خواب کی تعبیر کیلئے شاہ عبدالعزیزؒ کے پاس آدمی بھیجا، شاہ صاحب نے فرمایا کہ جاکر فوراً سامان باہر نکالو اور اس کو بالکل خالی کردو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اس کے بعد فوراً کمرہ گر گیا، یہ تعبیر سمجھ میں نہیں آئی، پوچھنے پر فرمایا کہ اس وقت بے اختیار ذہن میں یہ آیت آئی : **اِنّ المُلوکَ اذا دَخلوا قَریةً أفسَدوھا.... الآیة**

مولانا طلبہ کے ساتھ بہت شفقت فرماتے تھے، ایک مرتبہ ایک بڑی عمر کا آدمی آپکے پاس پڑھنے کیلئے آیا تو آپ نے بیٹے فضل حق کے پاس بھیج دیا، انھوں نے پڑھانے کی کوشش کی مگر طالبعلم کمزور تھا، کامیابی نہ ہوئی تو استاذ نے غصہ میں آکر کتاب پھینک دی، اس طالبعلم نے مولانا فضل امام کے پاس حاضر ہوکر قصہ سنایا، تو آپ نے اپنے بیٹے کو بلاکر اس زور سے طمانچہ مارا کہ عمامہ گرپڑا.

وفات: آپ کی وفات صحیح قول کے مطابق ۵/ذوالقعدہ ۱۲۴۴ھ کو اپنے وطن خیرآباد میں ہوئی، ایک قول ۱۲۴۰ھ کا بھی ہے جو درست نہیں.

آپ کی تیرہ (۱۳) اولاد تھیں: ۸ لڑکیاں اور ۵ لڑکے، لڑکوں کے نام یہ ہیں: مولانا فضل حق خیرآبادی، مولانا فضل عظیم، مولانا فضل الرحمٰن، مولانا اعظم حسین، مولانا مظفر حسین رحمہم اللہ اجمعین.

تصنیفات: ۱۔ مرقاۃ یہ کتاب مطبوع ہے، باقی سب کتابیں غیر مطبوع ہیں، وہ یہ ہیں:

۲۔ تلخیص کتاب الشفاء ۳۔ شرح افق المبین ۴۔ تشحیذ الأذھان فی شرح المیزان ۵۔ آمدنامہ ۶۔ میرزاہد

شروح مرقاۃ: ۱۔ شرح مرقاۃ عربی از صاحبزادہ مولانا فضل حق خیرآبادیؒ م ۱۲۷۸ھ

۲۔ ہدیہ شاہجہانیہ حل مرقاۃ میزانیہ از مولوی علی حسن بن نواب صدیق حسن خاں بھوپالی

۳۔ مرآۃ حاشیہ مرقات از مولانا عمادالدین شیرکوٹیؒ (ظفر المحصلین ص ۴۳۹)

۴۔ مصفات شرح مرقات ؟

۵۔ تشریحات مولانا صادق بستوی

۶۔ توضیحات مولانا افتخار احمد سمستی پوری مدظلہ

عتیق الرحمٰن اعظمی
آزادول جنوبی افریقہ
شوال ۱۴۳۸ھ جولائی ۲۰۱۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیسیر المنطق اور اس کے مصنف

نام : مولانا عبداللہ صاحب گنگوہیؒ ، ولادت ۱۲۹۸ھ وفات ۱۳۳۹ھ

متفرقات : ابتداء میں انگریزی تعلیم حاصل کر رہے تھے لیکن نماز روزہ کے پابند تھے، نماز ادا کرنے کیلئے محلّہ کی مسجد میں آتے تھے، اسی مسجد کے ایک کمرہ میں مولانا محمد یحی صاحب کاندھلوی (والد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ) رہا کرتے تھے، مولانا نے نماز کی پابندی وشوق دیکھ کر دینی تعلیم کی ترغیب دی، بات سمجھ میں آگئی اور مولانا ہی سے تعلیم حاصل کرنا شروع کردی، چند دنوں کے بعد انگریزی تعلیم چھوٹ گئی اور پورے طور سے دینی تعلیم کی تحصیل میں لگ گئے، تین

سال میں تعلیم مکمل کرلی اور ساری کتابیں مولانا محمد یحی کاندھلویؒ سے پڑھیں، فراغت کے بعد تھانہ بھون حضرت تھانویؒ کی خانقاہ امدادیہ میں مدرس بنے اور حضرت تھانویؒ نے اپنے مواعظ لکھنے کا کام بھی آپ کے ذمہ کردیا.

۱۳۲۷ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں مدرس ہوئے، ۱۳۲۹ھ میں حج کیا پھر ۱۳۲۹ھ میں تقریباً دو ماہ پڑھایا پھر کاندھلہ کے مدرسہ عربیہ میں مدرس ہوگئے اور کاندھلہ ہی میں ۱۵؍رجب ۱۳۳۹ھ ۲۶؍مارچ ۱۹۲۱ء کو وفات ہوئی اور عیدگاہ کے متصل قبرستان میں مدفون ہوئے.

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے خلافت حاصل ہے.

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی درخواست پر تیسیر المنطق، اور مولانا شبیر احمد علی تھانویؒ برادرزادہ حضرت تھانویؒ کیلئے تیسیر المبتدی (فارسی) لکھی، نیز اکمال الشیم شرح اتمام النعم (ترجمہ تبویب الحِکم) بھی آپ ہی کی تصنیف ہے.

(ماخوذ از مقدمہ اکمال الشیم از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ)

ایک مرتبہ شیخ مولانا محمد زکریاؒ سے خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک بڑا انار گرا اور زمین پر گرتے ہی اس کے سب دانے بکھر گئے، مولانا محمد یحی سامنے تشریف فرما تھے انھوں نے فرمایا: بھائی! اس انار میں ایک دانہ میرا بھی ہے، یہ خواب سنا کر تعبیر کا تقاضہ کیا، حضرت شیخ نے بار بار کہا کہ مجھے تعبیر بتانا نہیں آتا، پھر خود ہی یہ تعبیر بتائی کہ دانہ میں ہوں اور میں تو حضرت مولانا کا ہی ہوں اور یہ بشارت ہے میری موت اور پھر مغفرت کی، چنانچہ چند ماہ بعد مرض دق میں مبتلا ہو کر ہنستے اور باتیں کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوگئے. (تذکرۃ المصنفین ص ۵۳)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس پر ایک حاشیہ بھی لکھا تَسیِیر المنطق کے نام سے،

پھر حضرت مفتی جمیل احمد تھانویؒ نے بھی ایک حاشیہ **تفسیر المنطق** کے نام سے لکھا، بعد میں مختلف حضرات کی طرف سے حواشی اور شروح لکھنے کا سلسلہ جاری ہے.

القراء ة الواضحة

مولانا وحید الزمان بن مولانا مسیح الزمان کیرانویؒ

کیرانہ ضلع مظفر نگر یوپی میں ۲۷ رشوال ۱۳۴۹ھ، ۱۷ رفروری ۱۹۳۰ء کو پیدا ہوئے، تعلیم اپنی بستی کیرانہ میں پھر دار العلوم دیوبند میں حاصل کی، ۱۳۷۲ھ، ۱۹۵۲ میں فارغ ہوئے.

القاموس الجدید، القاموس الوحید وغیرہ کتابیں لکھیں.

دیوبند میں ادب عربی کی مدرس بھی رہے اور مختلف مجلّات میں عربی تحریر کرتے رہے، طحاوی شریف، نسائی شریف وغیرہ کتابیں بھی پڑھائیں اور کچھ مدت کیلئے معاون مہتمم بھی رہے، عربی ادب میں آپ کو خاص مقام حاصل تھا.

۱۵ رذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ، ۱۵ راپریل ۱۹۹۵ھ میں دیوبند میں انتقال ہوا.

(حالات مصنفین ۱۱۰)

آپکے حالات پر مستقل کتابیں: ''ترجمان دار العلوم خصوصی نمبر'' اور ''وہ کوہِ کن کی بات'' وغیرہ شائع ہوئی ہیں، القاموس الوحید کے شروع میں (ص ۷۶ میں) بھی کچھ احوال مذکور ہیں.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دروس البلاغۃ کے مصنفین

یہ کتاب چار علماء نے مل کر تصنیف کی ہے.

(۱)۔ محمد حِفنی ناصف بن شیخ اسماعیل بن خلیل ناصف ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۶ء میں قاہرہ کے مضافاتی بستی **برکۃ الحج** میں پیدا ہوئے۔

اپنی بستی میں قرآن پاک کا کچھ حصہ حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر ازہر گئے اور وہاں ۱۳ سال رہ کر علوم وفنون میں مہارت حاصل کی، پھر مدرسہ امیریہ اور کلیہ القانون (لا کالج) کے استاذ مقرر ہوئے، سرکاری وکیل کے سکریٹری پھر ۱۸۹۲ء میں جج بھی بنے، اور جامعہ مصریہ میں ادب عربی کے معلم بھی رہے، وزارت تعلیم کے چیف انسپکٹر بھی رہے۔

خوش مزاج، حاضر جواب، خوش اخلاق، ہر علم میں ماہر، قدیم وجدید کے جامع۔

وفات : ۱۳۳۷ھ نومبر ۱۹۱۹ء میں ہوئی اور مقبرہ شافعی میں مدفون ہیں.

تصانیف : دوسرے مؤلفین کے ساتھ مل کر عربی زبان کے قواعد کی کتابوں کا ایک سلسلہ جاری کیا، اسی سلسلہ کی ایک کڑی دروس البلاغت ہے جو اپنے موضوع پر بہت عمدہ کتاب ہے: **دروس البلاغۃ، ممیزات لغۃ العرب، حیاۃ اللغۃ العربیۃ، القطار السریع فی علم البدیع، الامثال العامیۃ، بدیع اللغۃ العربیۃ .** (ظفر المحصلین ۴۷۵ ومعجم المؤلفین ۶۹/۴ واعلام ۲۹۳/۳)

(۲)۔ سلطان محمد کان حیا ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء (معجم ۲۳۸/۴)

قاہرہ میں علمی خدمات انجام دیں اور کئی تصنیفات میں دوسرے علماء کے شریک رہے، آپ کی تصنیفات یہ ہیں :**الدروس المنطقية للمدارس الأميرية، الفلسفة العربية و الأخلاق** جو آپ کی حیات ہی میں قاہرہ سے ۱۳۲۹ھ میں طبع ہوئی اور **دروس البلاغة** وغیرہ . (معجم ۲۳۸/۴)

(۳)۔ محمد دِیاب : محمد دِیاب بک بن اسماعیل بن درویش شافعی منوفی

ولادت منوف مصر میں ۱۲۶۹ھ ۱۸۵۲ء میں ہوئی، ازہر مصر میں تعلیم حاصل کی، پھر معلم اور انسپیکٹر بھی رہے، اخیر عمر میں نابینا ہوگئے تھے، وفات ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء قاہرہ مصر میں ہوئی، **تاریخ آداب اللغة العربية، معجم الألفاظ الحديثة** وغیرہ تصنیف فرمائیں اور دوسرے علماء کے ساتھ شریک ہوکر **الدروس النحوية،دروس البلاغة** اور **قواعد اللغة العربية** وغیرہ تصنیف فرمائیں. (معجم ۳۰۲/۹ واعلام ۱۲۲/۶)

(۴)۔ مصطفیٰ طمّوم المالکی، قاہرہ کے مدرسہ خدیویہ وغیرہ میں مدرس رہے، وفات ۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء میں ہوئی. (معجم ۲۵۹/۱۲،اعلام ۱۳۸/۸) تفصیل معلوم نہیں

البلاغة الواضحة اور النحو الواضح

علی بن صالح بن عبدالفتاح الجارم، مصر کے رشید نامی مقام میں ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے، قاہرہ میں تعلیم حاصل کی، بعدہ ۱۹۰۸ء میں انگلینڈ میں بھی عربی ادب اور منطق وغیرہ پڑھیں، شاعر، نحوی، صرفی، فصیح و بلیغ تھے، ۱۹۱۲ء سے قاہرہ میں مدرس ہوئے اور ۱۹۰۴ء سے رکن بنے، آپ کی کئی تصانیف میں البلاغة الواضحہ اور النحو الواضح بھی شامل ہیں، ان دونوں کی تالیف میں آپ کے ساتھ مصطفیٰ امین بھی شامل رہے جن کے حالات معلوم نہیں، آپ کی وفات ۱۳۶۸ھ۔۱۹۴۹ء میں ہوئی. (حالات مصنفین عثمانی ۱۲۴)

سفينة البلغاء

لفیف من الأساتذہ، چند اساتذہ نے مل کر یہ کتب لکھی ہے، جنکے نام معلوم نہیں، شاید وہ عیسائی تھے. دیکھئے مقدمہ تحفۃ الطلباء شرح سفینۃ البلغاء از شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن اعظمی مدظلہ العالی

والحمد لله أولاً وآخراً